

حکیم الامت

اؤر

تحریک پاکستان

جلال الدین ڈیوی

دار الفیض گنج بخش لاہور

حکیم اہل سنت

اور

تحریک پاکستان

جلال الدین ڈیوٹی

دار الفیض گنج بخش - لاہور

مدیر: امام الاولیاء، سلطان الاسفیاء، حضرت شیخ سید علی قادری  
 سرور دہلیہ و امانت خانہ قسطنطنیہ قادری قدس سرہ العزیز  
 بغیضان نظر: حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ رحمۃ

کتاب: ..... حکیم اہل سنت اور تحریک پاکستان  
 مؤلف: ..... جلال الدین بیرونی  
 صفحات: ..... 112

نظر ثانی: ..... محمد عالم حقار حق  
 کمپوزنگ: ..... المصطفیٰ کیورنگ سنٹر - لاہور  
 اشاعت: ..... ربیع الاول 1421ھ، جون 2000ء  
 تعداد: ..... ایک ہزار  
 ناشر: ..... میاں زبیر احمد علوی شیخ قسطنطنیہ قادری ضیائی  
 مدیر: ..... دعا خیر حق معاونین

ملنے کا پتا

دار الفیض گنج بخش

حکیم محمد موسیٰ (روز 55 - ریلوے روڈ) حضرت شہلاہور - 54000

## انتساب

محترم میاں زبیر احمد علوی شیخ قسطنطنیہ قادری ضیائی کے نام جو حکیم  
 اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری قدس سرہ العزیز کے دست راست  
 کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے اور اب مرحوم و مغفور کی  
 تعلیمات کی روشنی کو عام کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ یہ ایسی قوی اور ملی  
 خدمات ہیں جو تحریک پاکستان کے مقاصد و اہداف کی پیش رفت میں مدد  
 معاون ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## تقریظ

ڈاکٹر ایم۔ الیس ناز

محسن ملت حکیم لعل سنت جناب حکیم محمد موسیٰ (۱۹۲۷ء - ۱۹۹۹ء)  
 امرتسری شہر لاہوری تاریخ ملت اسلامیہ کا پیش قیمت سرمایہ اور اہل ایمان کی آبرو  
 تھے۔ علمی و تحقیقی اور دینی و روحانی حلقوں میں ان کی پرکشش شخصیت بے پایاں علم  
 و فضل کی حامل اور قدردانوں کا سرچشمہ تھی۔ میرا ان سے پہلی بار تعارفِ اواخر  
 ۱۹۶۵ء میں ہوا تھا۔ میں ان دنوں نوائے وقت کے ہفت روزہ قندیل سے  
 منسلک تھا اور قلم اڑیں میرے مضامین روزنامہ امر و زور کو پستان کے علاوہ  
 ماہنامہ سپرہ ڈائجسٹ میں باقاعدگی سے شائع ہوا کرتے تھے۔ اس صریح خامہ کا  
 یہی ایک تعلق خاطر مجھے حکیم صاحب کی معارف پروری کے قریب لے آیا تھا۔  
 پھر ان کی بے لوث رفاقت، ذہنی یگانگت اور فکری ہم آہنگی میرے قلب و فکر  
 میں کچھ ایسی جاگزیں ہو کر رہ گئی کہ میں ایک ادنیٰ طالب علم اور ان کے ایک  
 معمولی عقیدت مند ہونے کی حیثیت سے اپنی علمی و تحقیقی اور دینی و روحانی  
 مشکلات میں اکثر ان سے بالمشافہ اور بعض اوقات بالکامیت رہنمائی حاصل کرتا  
 رہا۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری فرزند رشید حکیم فقیر محمد چشتی نظامی فخری  
 (۱۸۶۳ء - ۱۹۵۲ء) کی ناقابل فراموش ملی خدمات کسی تعریف و تعارف کی

مذہبی و دینی رحمت و لاکھوں سلام  
 نیک نیتوں کے ساتھ  
 م. جالب: سب کوئے دانش و نور  
 میاں زبیر احمد علوی محقق چشتی قادری شیبانی



خلج نہیں۔ ان کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک عمدہ آفریں پہلو یہ ہے کہ انہوں نے تحریک پاکستان کے زمانے میں نو جوانان امرتسر کے ساتھ مل کر قیام پاکستان کی جدوجہد کو کامیاب بنانے میں ایک مثالی کردار ادا کیا، جس کے جلیق اشارات فرخ امرتسری کی کتاب خون کی ہولی اور جب امرتسر جل رہا تھا تالیف خواجہ انگار میں بھی ملتے ہیں۔ حکیم محمد موسیٰ بلاشبہ تحریک پاکستان کی تاریخ کے جتنی شاہد تھے۔ انہوں نے ساری زندگی مطالعہ و تحقیق میں گزاری، بے شمار مقالات لکھے اور متعدد بلند پایہ نایاب کتب کو نہ صرف تلاش کیا، بلکہ ان پر مفید حواشی اور تبصرے بھی لکھ کر کے شائع کرائے۔ علوم دینیہ پر ان کی عمیق نظر تھی اور تصوف و طریقت کے رموز و نکات اور یوگرگان دین کے ملفوظات کا وہ الساتیلہ بیڈیا تھے۔

میرے ممدوح ڈاکٹر محمد حسن شیخ الادب (م ۱۹۹۹ء) کے بھول : حکیم محمد موسیٰ کی تربیت خالص سنی ماحول میں ہوئی تھی اور انہیں اساتذہ بھی ایسے ملے، جو ان کے سنی خیالات کو اور مضبوط کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اہل سنت کے عقائد اور تعلیمات کی ترویج و تشریح کے لئے ۱۹۶۸ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور قائم کی، جو قلیل مدت میں پاکستان کی سرحدوں سے نکل کر بھارت اور بنگلہ دیش جا پہنچی اور اس کا دائرہ اثر و نفوذ دیگر بلاد اسلامیہ اور بلاد مغرب تک پھیل گیا۔ میرے مرئی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے نزدیک : یہ حکیم صاحب کے اخلاص اور جدوجہد حکیم کا نتیجہ تھا کہ پاکستان و ہند، یورپ و امریکہ اور افریقہ کی جامعات میں امام احمد رضا کی حیات و خدمات پر تحقیق ہونے لگی اور حکیم صاحب لہر بہار بن کر چھائے۔ انہوں نے اہل سنت کو بیدار کیا اور انہیں باور

کرانے کی کوشش کی کہ وہی دین اسلام کے حقیقی علمبردار، شیعہ دینی رسول ﷺ ہوں۔ تاہم سنت اور اس تحریک کے داعی و محافظ ہیں، جنہوں نے قائدین اہل انشیا مسلم لیگ کے شانہ بشانہ قیام پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ عبدالحکیم شرف قادری کے الفاظ میں : علم، قلم کی آمد کی تاج جس طرح حکیم صاحب نے رکھی، وہ انہی کا حصہ ہے۔ لاہور میں ان کا مطلب ڈاکٹر محمد ایوب قادری (م ۱۹۸۳ء) کے بھول : جتنی مرکز سے زیادہ علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کا مرکز رہا، جہاں ہر وقت تشنگان علوم جمع رہتے اور حکیم صاحب سے مستفید و مستفیض ہوتے تھے۔

میری حکیم صاحب سے تقریباً چونتیس برس سے یاد اللہ تھی۔ وہ جن مرئی خدمات اور غیر مرئی صفات کا مرقع تھے، اس کے اعلماء و اعتراف کے لئے میں ان دنوں ان کی حیات کامل، ان کے افکار و حوادث اور ان کے زریں کارناموں کو اجاگر کرنے میں تحریری طور پر کوشاں اور مصروف و مستغرق ہوں۔ لیکن مجھے سب سے زیادہ اس بات کی خوشی ہے کہ میرے پیشرو جلال الدین ڈیروی نے ایک ایسا تحقیقی کارنامہ کر دکھایا ہے، جو وقت کی ایک اہم ضرورت تھی۔ اس علمی کاوش پر جس قدر ناز کیا جائے کم ہوگا۔ محترم جلال الدین ڈیروی نے اپنی اس کتاب میں تحریک پاکستان کے حوالے سے حکیم صاحب کی خدمات اور ان کے ملی جذبات و قومی احساسات کو جس تحقیقی، مگر خوبصورت، عام فہم اور سلیس انداز میں مزاج حسین پیش کیا ہے، وہ انہی کا خاصہ ہے، اور وہ اس کے لئے جہد رنگ تحسین و مہلک بہاد کے مستحق ہیں۔

حکیم محمد موسیٰ کی شخصیت ایک وقت دینی اور سیاسی بھیرت و بصارت کا پیکر بے مثال تھی۔ وہ برسوں کی ذہنی عرق ریزی اور مطالعہ و تحقیق کے بعد اس

نتیجے پر پہنچے تھے کہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں ان علماء کا تذکرہ تو بطور ہیرو کے ملتا ہے، جنہوں نے قیام پاکستان کی نہایت شدید سے مخالفت کی اور جو ہندوؤں کے حاشیہ بردار اور انگریزوں کے کارہائیں تھے، مگر اعلیٰ حضرت احمد رضا دہلوی اور وہ سنی علماء و مشائخ، جنہوں نے برصغیر کی جدو جہد آزادی میں قائد اعظم اور آل انڈیا مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور جن کی انگریز دوستی اور ہندو تعلق داری سے متعلق کوئی حوالہ نہیں ملتا، وہ تاریخ تحریک پاکستان فصالی کتب میں بھی سرے سے مفقود و محو ہیں۔

مجھے غولی یاد ہے کہ حکیم صاحب کی مجالس میں جب بھی تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ کی جدو جہد کا تذکرہ اس تناظر میں موضوع بحث بنتا، وہ اکثر مغموم ہو جایا کرتے اور انہیں اپنی غفلت، بے بسی، تساہل پسندی پر بہت دکھ ہوتا۔ ایک نہیں سی ان کے دل میں اٹھتی اور ایک ایسا درد ان کے چہرے سے عیاں ہوتا کہ جسے کوئی دوسرا نہیں، بلکہ وہ خود ہی محسوس کر سکتے تھے۔ شاید میر درد نے ایسے ہی کسی موقع کے لئے کہا تھا۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

درد طاعت کے لئے گیم نہ تھے کرو یہاں

زیر نظر تحقیقی کاوش کے مصنف و مؤلف نے حکیم صاحب مرحوم و مغفور کے درد دل کو اپنا درد دل محسوس کرتے ہوئے اہل سنت کے ان مخالفین، انگریزوں کے کارہائیں اور کانگریس اور انشاء پسند ہندوؤں کے خوش چینیوں کا پردہ قاش کرنے کی بھرپور اور کامیاب کوشش کی ہے، جو منافقانہ حد تک، ایک طرف تو تحریک پاکستان کے حقیقی وارث علماء و مشائخ کے کردار کو

ہمیشہ و افادہ کرنے کی سازشوں میں لگے رہتے ہیں اور دوسری طرف قیام پاکستان کی ساری جدو جہد کا سہرا خود اپنے ہاتھوں اپنے سروں پر سجانے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرے۔

حکیم محمد موسیٰ کے اس لہجہ کی وضاحت کے لئے کہ کانگریسی مولوی انگریزوں کے کارہائیں تھے، سینکڑوں صفحات درکار ہیں، کیونکہ انگریز دور کی فقیہ دستاویزات میں اس سے متعلق کئی شواہد موجود ہیں۔ مثلاً اسی موضوع کا ایک تعلق تحریک بالا کوٹ سے ہے اور کسی مستند ماخذ سے یہ ہر گز ثابت نہیں ہو تا کہ لول تا آخر کسی مرحلے پر اس تحریک کے قائدین میں سے کسی ایک نے بھی انگریزوں کو لٹکارا ہو، یہاں تک کہ مولانا اسماعیل "شہید" نے برسر عام یہ اعلان کر دیا تھا کہ سرکار انگریز پر نہ جہاد نہ ہی طور پر واجب ہے نہ ہمیں اس سے کچھ خاصیت ہے۔ مزید برآں سید احمد رضا دہلوی نے مولانا اسماعیل "شہید" کے مشورے پر شیخ غلام علی رحیمیں الہ آباد کی معرض لائفٹ گورنر ممالک مغربی شمالی سے سکھوں کے خلاف جہاد میں جو مدد ملی، وہ ریکارڈ پر ہے۔ اس کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھی پروفیسر محمد ایوب قادری کی تحقیق کے مطابق اکابر علماء دیوبند نے انگریزوں سے ٹکر لینے سے گریز کیا اور ان میں سے بعض مخالفین اہل سنت نے اپنی تقریروں میں واضح طور پر جہاد آزادی میں شریک مسلمانوں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے۔ مولانا مظہر احسن گیلانی تسلیم کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی اور ان کے رفقاء جنگ آزادی کی کارروائی میں ملوث نہیں تھے۔ مولوی محمد عاشق الہی میرٹھی کی تصنیف تذکرۃ الرشید میں ۱۸۵۷ء کے واقعات و حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ



اکابر علماء دیوبند اپنی مہربان انگریز سرکار کے ولی خیر خواہ تھے۔

ذہر نظر کتاب میں بھی جلال الدین ڈیو دی نے اس نوع کے بے شمار دلائل کے بعد حکیم اہل سنت مرحوم حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے اس ارشاد کو بجا طور پر درست قرار دیا ہے کہ اکابر علماء دیوبند نے نہ صرف کھل کر تحریک پاکستان کی مخالفت کی، بلکہ وہ انگریز کے ہم نوا بھی تھے۔ برعکس اس کے، امام احمد رضا بدایونی اور ان کے پیروؤں کے علاوہ سنی علماء و مشائخ نے بیک وقت انگریز اور ہندو دونوں کی مخالفت کی اور کانگریس کے مقابلے میں آل انڈیا مسلم لیگ کا ساتھ دیتے ہوئے تحریک پاکستان میں عملاً حصہ لیا اور جان و مال کی قربانیاں پیش کیں۔

کتاب ہذا میں تحریک پاکستان کے ضمن میں تحریک ہجرت و ترک موالات کو بھی حکیم محمد موسیٰ مرحوم و مغفور کے لکھنؤ اور مطالعات و استفادات کی روشنی میں موضوع بحث بنایا گیا ہے اور ہندوؤں کی روایتی مسلم دشمنی اور نیک گاؤں کے مسئلے پر مشہور تاریخی اشتیاء کے مفصلات و مدلالات پر ان کانگریسی علماء کے سیاسی دماغ ہی کردار کو بے نقاب کیا گیا ہے، جنہوں نے مسٹر گاندھی کو ایک دن جامع مسجد شیخ خیر الدین امرتسر میں منبر رسول ﷺ پر لا کر بٹھایا تھا اور خود اس کے قدموں میں بیٹھ کر یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! تو گاندھی کے ذریعہ اسلام کی مدد فرما۔ (معاذ اللہ)

یہ کانگریسی علماء گاندھی کی جے پکارنے اور قائد اعظم کی مخالفت کرنے میں کس کس طرح پیش پیش رہے، حکیم محمد موسیٰ امرتسری کو اس دور کے مخالفین اہل سنت کی تاریخ کا ایک ایک واقعہ ازہر تھا۔ جلال الدین ڈیو دی نے اب ان سب واقعات کو حوالہ جات کے ساتھ صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے حکیم محمد

موسیٰ کی سیاسی بصیرت اور تحریک پاکستان میں ان کی علمی و ملی خدمات کا نہ صرف اعتراف کیا ہے، بلکہ انہیں شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کرنے کا حق بھی ادا کر دیا ہے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اہل سنت کے ہاں اہل قلم کی کمی ہے نہ اہل دولت کی، لیکن ان کی اصل کمزوری در حقیقت تنظیم کا فقدان ہے۔ یہ لوگ شیع کے دالوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں اور انہیں ان کے مخالفین نے منتشر کر رکھا ہے، کیونکہ مخالفین پاکستان اس امر سے غولی آگاہ ہیں کہ اگر مولانا عظیم کو ایک پلیٹ فارم پر مجتمع ہونے کا موقع مل گیا تو وہ ان کے سیاسی کردار کو بے نقاب کر کے رکھ دیں گے اور تقسیم ہند کی جدوجہد میں ان کی پاکستان دشمنی منصفہ شہود پر آجائے گی۔ نیز اس صورت حال کے بعد ان مخالفین پاکستان کا ملک کے کلیدی عهدوں پر فائز رہنا ناممکن ہو کر رہ جائے گا۔ حکیم صاحب اکثر جذباتی انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان بننے کے بعد دو قومی نظریے کے دشمن جس طرح آسودہ حالی ہیں اور انہوں نے اس ملک کے وسائل اور یہاں کے لوگوں پر تصرف جہل کھا ہے، اسے دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ پاکستان شاید انہی کے لئے معرض وجود میں آیا تھا، مگر نہ تحریک پاکستان میں عملاً حصہ لینے اور قربانیاں دینے والوں کی اولاد میں یوں بدول، مایوس، مفلوک الحال اور بے روزگار دے بس و مجبور و لاچار دکھائی نہ دیتیں۔ محترم جلال الدین ڈیو دی نے گو تحریک پاکستان کی کامیابی کے بعد مخالفین پاکستان کے اس ہزک پہلو کو ہمیں چھیڑا تاہم انہوں نے وہ تمام حقائق یکجا کر دیئے ہیں، جن سے مستقبل کے مؤرخین و محققین کو تحریک پاکستان کا حقیقی رخ پہچاننے میں یقیناً مدد ملے گی۔ اس کتاب کے

مطالعہ سے تحریک پاکستان میں جہاں اہل سنت کا بے لوث کردار تابعدار دور خشن  
دکھائی دے گا، وہاں مخالفین تحریک پاکستان کے مدقوق اور دلاغ دار چہروں کو  
پچھاننے میں بھی کوئی مشکل نہ رہے گی۔

آخر میں میاں امیر احمد اور ریاض ہلالیوں، ظفر و لہٹان اور جنیت و مہارک  
باد کے مستحق ہیں، جو اس کتاب کو شائع کر رہے ہیں۔ ان دونوں کی مثال قرآن  
المعدین کی ہے۔ ان کی تربیت حکیم صاحب مرحوم و مغفور کے زیر سایہ ہوئی  
اور میرے نزدیک وہی حکیم صاحب کے معنوی فرزند ہیں۔ آج انہوں نے حکیم  
اہل سنت کے مشن کو زندہ رکھنے کا عزم مصمم کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا  
ہے کہ ان کے جذبوں کو مزید صحت عطا فرمائے اور انہیں کامیابی سے  
نوازے۔ (آمین) کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کا خشوع و خضوع سے  
مطالعہ کیجئے اور ہم سب کے حق میں دعائے خیر بھی کیجئے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں حکیم  
صاحب کے درجات کو اور باہر فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

ایم۔ ایس۔ ناز

لورہ تحقیقات اسلامی

(بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی)

اسلام آباد

۲۱ مئی ۲۰۰۰ء

## تحریک پاکستان

زور

حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری

محترم پیر حسین نامہ رقم طراز ہیں:-

”جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب کے تحت الشعور میں ایک  
شخصیت جس کا اسم گرامی ”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا“ ہے نور پاش  
ہے، اعلیٰ حضرت سرپا عشق بجلہ صفات و تعریف میں سے ایک  
وصف یہ ہے کہ یہ ایک قوت فعال ہے اس قوت فعال کی برکت سے  
تائبہ کنڈکنن جاتا ہے، مس زرنن جاتا ہے، تلخ شیریں بن جاتا ہے،  
عناد مودت بن جاتا ہے، عدلوت محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور  
نفرت، اجذاب بن جاتی ہے، چنانچہ جناب حکیم صاحب مدظلہ العالی  
واللہ، تائبہ، تائبہ، ایسی فعال شخصیت ہیں جو اپنی شیخوئی میں بھی فخر  
شہان اور عزتوں جو اہل سنت ہے۔ حکیم صاحب نے اپنی قوت فعال کے  
ذریعے ”مسک بریلویت“ کو زندہ کیا، اس کے جسم و جان میں روح  
پھونکی اور اس کے کالبد کو باغ مسالک میں شمشاد صفت کھڑا کر دیا  
ہے۔ اس طرح ”مسک بریلویت“ جسے حقیقۃً مسک مظهر عشق



مصطفیٰ ﷺ کے سامنے چاہیے، کی تجدید حکیم صاحب قبلہ کے دم قدم سے ہوئی ہے اور اب اس کا تشخص اہل عالم کے سامنے اس طرح نکھرا ہے جس کا دھندلانا اب ممکن نہیں۔ جناب حکیم صاحب کو ان کی جانفشانی، کاوش، محنت، اعلیٰ حضرت سے محبت و مودت پر مسلک اعلیٰ حضرت سے قلبی لگاؤ پر پوری ملت عشق نبی ﷺ کو مبارکباد دینی چاہیے۔ ان کی خدمات کو بہر نوع خراج عقیدت پیش کرنا چاہئے اور جہاں ممکن ہو ان کی عزت و تکریم میں شہرہ بھر کی واقعہ ہونے دی جائے۔ حکیم صاحب اپنے کارہائے نمایاں میں حمد اللہ تعالیٰ امر ہو چکے ہیں اور محسن ملت مسلک اعلیٰ حضرت ہونے کی وجہ سے درجہ و محبوبیت میں ہیں، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاللّٰهُ يَحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔"

ناظم صاحب نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی تجدید کے باعث قبلہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہم سب کے محسن ہیں۔ چونکہ آج وہ اس قانی دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہیں، اس لئے انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کے مشن کو جاری رکھا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح سنی اکابر نے تحریک پاکستان میں گراں قدر خدمات سر انجام دی تھیں لیکن ایک عرصہ تک ان کے معتقدین نے انہیں ضبط تحریر میں لانے سے گریز کیا جس کے باعث اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ خدا نخواستہ انہوں کی خاموشی اور محافلین کی مسلسل معاندانہ سرگرمیوں کے باعث یہ تاریخ کا حصہ بننے سے روک جائیں، بالکل

اسی طرح اگر حکیم صاحب مرحوم کی طویل جدوجہد کو تحریری شکل میں پیش نہ کیا گیا اور ان کی تحریک کو زبانی جمع خرچ تک محدود رکھا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کہیں ہم پھر حسب سائن جہود کا شکار نہ ہو جائیں، اس لئے قبلہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر کار ناموں کو اجاگر کرنا اور ان کی چلائی ہوئی تحریک میں مزید قوت پیدا کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

قبلہ حکیم صاحب مرحوم کی ہمہ گیر خدمات کا کسی ایک مقالہ میں احاطہ کرنا ممکن نہیں اور نہ ہی یہ راقم جیسے کم علم لوگوں کا کام ہے۔ یہ چند سطور تو محض اس لئے قلمبند کی جا رہی ہیں کہ ان کے مقدس مشن کو جاری رکھنے والوں کی فرست میں اس ناچیز کا نام بھی آجائے ورنہ اصل ذمہ داری ان اہل علم اور باصلاحیت اہل قلم کی ہے جنہیں حکیم صاحب مرحوم دریافت کر کے حرکت میں لائے تھے اور جنہوں نے نہایت تحقیقی اور مستند مواد دنیا کے سامنے پیش کر کے یہ خدمت کر دیا ہے کہ اہل سنت کے پاس نہ تو لکھنے والوں کی کمی ہے اور نہ سرمایہ کی، ان کی اصل کمزوری تنظیم کی کمی ہے۔ یہ لوگ بکھرے ہوئے ہیں، انہیں ایک ایسی فعال اور مستعد قیادت کی ضرورت ہے جو اس منتشر سوار اعظم کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دے اور اس کے سرمائے کو نہایت ایمانداری کے ساتھ صحیح طریقے اور جگہ پر خرچ کرے۔

ان تنہیدی کلمات کے بعد آئیے اب اصل موضوع کی طرف، قبلہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بے نظیر کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ہماری گم شدہ تاناک سیای تاریخ خلاص کرنے کی جانب نہ

صرف ہمیں متوجہ کیا بلکہ اس کا کچھ حصہ تحریری شکل میں ہمارے حوالے بھی کر دیا، تا افرض یہ ہے کہ اس میں مزید اضافہ کریں اور سنی علماء و مشائخ اور ان کے معتقدین نے جو شاندار کردار ادا کیا تھا، اسے جدید تحقیقی انداز میں پیش کرنے کی خاطر متحرک رہیں، کسی بھی موقع پر اسے کافی سمجھ کر پھوڑ دینے کا خیال بھی دل میں نہ لائیں، دیگر تبلیغی معروضات کی طرح اسے بھی دین کی ایک اہم خدمت سمجھ کر اس میں مسہم رہیں۔ اور اپنے بعد والوں کو بھی یہ ذہن نشیں کرانیں کہ وہ اس مقدس مشن کو ہر حال میں جاری رکھیں کیونکہ کفر و اسلام میں امتیاز قائم رکھنے کا یہ ایک پیانا ہے اور ہمارے اکابرین نے دو قوی نظریے کا احیا کر کے یہ بتا دیا ہے کہ دین اسلام کی حفاظت اور اسے فروغ دینے کے لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ ہم دو قوی نظریے پر کسی حالت میں بھی سمجھوتہ نہ کریں اور دشمنان اسلام کو اپنا پیر خواہ نہ سمجھیں، آج بھی جو عناصر بن کی تائید کرتے ہیں، انہیں اپنے اس غلط موقف پر نظر ثانی کرنے کا مشورہ تو دیں لیکن ان کے ساتھ بھی اشتراک عمل کو خلاف اسلام سمجھیں۔

اس میں شک نہیں کہ بعض مذہبی قیادت کے مدعی حضرات نے تحریک پاکستان کی جی بھر کر مخالفت کی تھی جب کہ سنی علماء و مشائخ اور ان کے پیروکاروں نے بغیر کسی لالچ کے ایک دینی فریضہ سمجھ کر مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا تھا لیکن بد قسمتی سے تحریک پاکستان پر لکھی جانے والی کتب کے مطالعہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ نہ ہی قائدین یا تو کانگریس کے حامی تھے یا پھر اس جدوجہد سے لاتعلقی تھے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کچھ لکھنے والے تو یہ غلط کرنے پر

تسلے ہوئے ہیں کہ پاکستان مذہب کے نام پر نہیں بنا تھا، اس لئے انہوں نے کانگریسی مولویوں کی جدوجہد کو بنیاد بنا کر یہ تاثر پھیلانے کی کوشش کی کہ سب کے سب مذہبی راہنما قیام پاکستان کے مخالف تھے جبکہ متحدہ قومیت کے حامی اہل قلم نے اپنا سارا زور اس بات کو اچاگر کرنے پر صرف کیا کہ ان کے اکابرین اگرچہ کانگریس کے حامی تھے لیکن ان کی نیت میں فتور نہیں تھا اور وہ متحدہ ہندوستان ہی کو مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے بہتر سمجھتے تھے۔ ان لکھنے والوں کو سنی علماء و مشائخ کی جدوجہد کو منظر عام پر لانے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ سنی قائدین نے ان کے اکابرین کو شکست سے دوچار کیا تھا، رہے سنی قائدین کے وارث و معتقدین تو انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی، ان کے اس اقدام کی جو بھی تاویل کی جائے، اس کا یہ نقصان بھر حال ہوا کہ غیر جانبدار موزر ضمیمہ کو سنی علماء و مشائخ کے ذریعہ کارناموں کے متعلق مستند مواد نہ مل سکا اور نہ ہی انہوں نے خود اسے تلاش کرنے کی کوشش کی، اس طرح تحریک پاکستان کا یہ ایک نہایت ہی اہم باب وقتی طور پر نظروں سے اوجھل رہا۔

مولانا مودودی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا:

”کانگریسی مولوی کا ذہن ہر جگہ ایک ہی طرح سوچتا ہے۔ (کچھ توقف کے بعد فرمایا) بعض نظریات ایسے ہوتے ہیں جن کا غلط ہونا آنکھوں کے سامنے ثابت ہو جاتا ہے لیکن کچھ لوگوں کو ہمیشہ ذہنی کشش میں سوار ہونے کی عادت ہوتی ہے۔“ ۲

در حقیقت مخالفین اہل سنت کو بھی یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ان



کے اکابرین سے مسلمانوں کی رائے، جماعت مسلمہ کی حفاظت اور مشرکین ہند کی حمایت کے فاش غلطی کی تھی، یہ سنی علماء و مشائخ نے ساری تعمیرات کے عین مطلق مسلمہ ایک کا ساتھ دے کر اس کی ترقی و ترقی کے لئے ہر لمحہ خود اپنی کشتی میں سوار ہونے کی عادت سے مجبور ہو کر انہوں نے امام احمد رضا کا فضل بدیہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اہل کے ہم مسلک علماء و مشائخ کے متعلق یہ بیجا پردہ بگڑا کر رکھا ہے جس میں کوئی عذر محسوس نہیں کرتے۔ قوم کے اہل محسوس سے کسی ملی تحریک میں نہ صرف کوئی حصہ نہیں لیا ہے یہ نگر۔ لے ایٹ تھے صحیح الصحر و آخر لوگ مگر چہ یہ بھی طرح سے جانتے تھے۔ اہل کا پراپیگنڈہ صحیح نہیں ہے جس چونکہ کوئی تحریک کی ثبات ان کے پاس موجود نہیں تھا اس لئے اس کی کوئی توجہ کر وہ خود بھی شش محسوس میں مبتلا تھے اور ان کی جذبہ ملیوں کا ازالہ کر کے اسے سبک میں بھی نہیں دشواریاں پیش آرہی تھیں، ان پریشان لوگوں میں ایک حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بھی تھے۔ انہوں نے ایک نثر و پو میں اپنی اس پریشانی اور اس سلسلہ میں کام کا آغاز کرنے کے متعلق فرمایا:

"مطالعہ میر شروع سے شوق رہا ہے میر سے مطالعہ کے نتیجہ میں مجھے اس بات نے پریشان کیا کہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں ان علماء نے کہ جنہوں نے کھل کر پاکستان کی مخالفت کی مگر بڑوں کی کاسہ پیسی کی، ان کا تذکرہ تو ہیر و کا طور پر ملتا ہے اور اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی کہ جن کے حوے سے تاریخ میں نگر بڑو سنی یہ تعلق کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ مگر بڑوں کے شدید مخالف نظر آتے ہیں، ان کا

میرے سے کوئی تذکرہ نہیں ہے جس میں ان سوانح کو پروفیسر محمد یوب قادر کی جو کہ راجہ میں جب بھی تشریف لاتے، میر سے یہ قیام کرتے، اسے اکثر کیا کرتا مگر کیونکہ ان کا دیوبندیت کی جانب زیاہ ہوا تھا، اس لیے وہ اس سوال کے جواب کو گوں کر جانتے جس سے مجھے اعلیٰ حضرت کے بارے میں پڑھنے کی مزید جستجو ہوں، یہ ۱۹۶۰ء کی بات ہے میں نے اعلیٰ حضرت کی تصانیف جو کہ اس دور میں نایاب تھیں تلاش کر کے پڑھیں اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ تاریخ کی ایک مظلوم شخصیت ہیں، لہذا اس پر کام کرنے کا ارادہ کیا اور کام شروع کر دیا۔"

حکیم اہل سنت چونکہ ایک محقق اور تحریک پاکستان کے واقعات کے ایک عینی شہد تھے یہ وہ جگہ تھی جہاں وہ بڑوں کے منہ پر ہنسنے سے بھی بچا پاتے تھے۔ اس لیے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ان کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ انگریزوں سے وابستہ "علماء" انگریزوں سے بھی دور نہیں تھے لیکن چونکہ مصافی اور تاریخ کی کتابوں میں تحریک پاکستان کو شہ سے کر قیام پاکستان تک غائب ہیں اس سے واضح طرح مسلمہ کے سچے خادم اور انگریزوں کے دشمن کے روپ میں پیش کیا گیا ہے اور جس کی موثر انداز میں تردید نہیں کی گئی ہے، اس لیے اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے بعد آپ پڑھا لکھا "حکیم اہل سنت کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرنے سے کڑتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ انگریزی موادوں پر ان کے بڑوں کے یہی کردار کا غیر جانبدار نہ بنے ناگ تجزیہ کر کے اس کی وسیع پیمانے



تشریف چائے لیکن انداز تحریر ایسا ہو کہ اس سے ہر اہل فہم و دانش کی روشنی میں حکیم صاحب سے ارشاد کی تصدیق ہوتی ہو ہاں وہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہو کہ آپ کی رائے میں یہ شخص محض تاریکی رکھتا ہے نہ روشنی ہے۔

تحریک آزادی کے متعلق حکیم صاحب نے ایک انٹرویو میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا تھا جو نامہ ”سرخ“ گزشتہ ۱۰ مارچ ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے قلم سے ایک مقالہ ”مولانا شاہ احمد رضا خاں پورانی سے انقلابی سیاسی بصیرت“ کے عنوان سے مقدمات، یوم، رضا حصہ اول، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء میں شائع ہے، اس انٹرویو اور مقالہ میں تحریک آزادی کے متعلق جن حالات و واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان میں صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کا مطالعہ وسیع ہو، عام پڑھا لکھا کی اس سے صرف اتفاق نہیں ہو سکتا۔ بعض شخصوں کا شکار بھی ہو سکتا ہے جس سے یہ نظر ملتا ہے کہ اس میں ہم سے حکیم صاحب مرحوم کے ارشاد سے تشریح و توضیح اس قدر سے پیش کرتے ہیں کہ شش و سہ پڑھنے والے کے دماغ میں جن شکوک و شبہات کے پیدا ہوئے گا اظہار ہو، اس کا جواب سے موقع پر ہی مل جائے، بعض مقامات پر یہ تشریح اتنی طویل ہو گئی ہے جسے دیکھ کر قارئین کو شاید یہ حساس ہوئے ہو گئے ہوں کہ مقدمات کا موضوع سے ہٹ گیا ہے لیکن حکیم صاحب کے ارشادات کو عام فہم بنانے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔

حضرت حکیم صاحب کے ارشاد کہ کانگریسی مہوئی انگریزوں کے کام

میں تجھے کی وضاحت ہے بے پیکڑوں صحیح و رکاب میں یکساں موضوع کی منہ بہت سے صرف چند واقعات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ طاقت کی شکایت بھی نہ ہو اور مقصد بھی حاصل ہو جائے

جہاں تک تحریک آزادی کا تعلق ہے، کسی مسئلہ یا شخص سے یہ ہر رکعات نہیں ہوتا کہ اس سے لیکر اثر تک کسی مرحلے پر بھی اس کے قاعدیں نے انگریزوں کو دکھایا ہو اور اصل اس کا مقصد ہی کچھ اور تھا، اس کا مودودی صاحب نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے

”جس وقت یہ حضرات جلا کیلئے تھے ہیں، اس وقت یہ بہت کسی سے چھپی ہوئی نہ تھی کہ ہندوستان میں صلی طاقت سکھوں کی نہیں، مگر یوں کی ہے اور اسلامی انقلاب کی راہ میں سب سے بڑی مخالفت مگر ہو سکتی ہے تو مگر بڑی کی ہو سکتی ہے، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح ان بزرگوں کی نگاہ دور رس سے معاملہ کا یہ پسوا لکل ہی اور پھر وہ گیا کہ مسلمان و جاہلیت کی کشاکش کا آخری فیصلہ کرنے کیلئے جس حریف سے نمٹنا تھا، اس کے مقابلہ میں پان قوت کا نڈازہ کرتے اور اپنی ضروری کو سمجھنے سے دور کرنے کی فکر کرتے۔“

ہمارے خیال میں جب ہر شخص کو اس حقیقت کا علم تھا کہ ہندوستان میں اصل طاقت انگریز تھے سمجھ میں تو یہ نہ تھا کہ معاملہ کا یہ پتہ تھا کہ یہ تحریک کی نگرانی دور رس سے اور پھر وہ گیا تھا صحیح معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ اس طرح ہمیں عام آدمی سے بھی زیادہ سادہ لوح بننے کی ضرورت تھی، مگر ناچارے کا

مصلحت بات یہ ہے کہ غلطی خوردگی دور کے بعض مزارعین کو رہے ہیں جو اس تحریک کو بھیج رنگ میں پیش کرے سے نترتے ہیں اور۔ قائدین کو صحیح صورت حال کا علم تھا اور انہوں نے جو کچھ تھا دور کے اہلکار نامہ مولانا مولوی صاحب نے یہ بات سنی سنی صدر دست ہے کہ قائدین کا ہدف ٹھکرہ نہیں تھے۔

جو لوگ اس تحریک کے قائدین کو زبردستی انگریزوں کا دشمن چاہتے  
تھے ان کی کوشش کر رہے ہیں۔ سو رہے آج تک ان سوالات کا تسلی بخش جواب  
نہیں ملا ہے۔

[illegible]

☆ قائدین نے گرسکھوں سے لڑنا تھا اور بظول موسیٰ حسین احمد یونہی گھریلوں سے اس مقصد کے لیے جنگی ضرورتوں کے مہیا کرے میں سید احمد صاحب کی مدد بھی کی۔ (۵) تو انہوں نے سکھوں کے دار الحکومت راہور پر براہِ راست حملہ کرنے کی بجائے صوبہ سرحد کا رخ کیوں کیا جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی؟

☆ صوبہ سرحد بچنے کے بعد انیس سو پچھپے سے کم کم بچتی رہی جسے

مغربیوں کی تاریخ اصل تھی نیز وہاں سکھوں سے چند جھڑپوں کے بعد وہ سب کی سب لڑکیاں مسلمانوں کے حوالے کیوں لڑی گئیں؟

☆ چند انگریز پرست اور ہندو لو زالمرو کو چھوڑ کر یہ صغیر پاک و ہند کی عظیم کثرت نے اس تحریک کی شدید مخالف کیوں تھی؟

ناقدین کی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کی شہ پر شروع کی گئی تھی، مقصد یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو ہندو متال سے باہر کھینچ لیا جائے تاکہ پورے ملک پر قبضہ کرے میں انگریزوں کو کم سے کم مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے، یہ ہندو مسلمانوں کو سرحدی مسلمانوں اور پنجاب کے غصب سے لڑ کر ان دونوں کی قوت پر کاری صواب لگائی جائے تاکہ پنجاب اور سرحد پر بھی قبضہ کرے میں رشوا کی پیش نہ آئے، تاریخ کا مطالعہ کرنے سے جانتے ہیں کہ انگریز یہ مقصد حاصل کرے میں کامیاب بھی ہو گئے سر کی تصدیق قاعدین تحریک، ہاکوٹ کے لٹریچر بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے انگریزوں کے زیریں یہ فوج کے سپر بکروں بھرتی کرتے وقت دیئے تھے

☆ ”ایک مرتبہ وہ (مولوی اسماعیل دہلوی) کلکتہ میں سکھوں پر حملہ کرنے کا وعظ فرما رہے تھے، اٹھائے وعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر حجاج کرنے کا وعظ کیوں نہیں کہتے، وہ بھی لڑکا لڑ ہیں، اس کے جواب میں مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لئے ہم پر پنے لڑ جب کی رو سے یہ

امت فرص ہے کہ مگر یہ وہ جہاز ہے میں سمجھی شریک۔

یوں۔ (۶)

امام موسوی کا عجل صاحب سے یہ عداوت ہے یہاں تو سرکار مگر یہی پر  
جہاد نہ کی طور پر جب سے اس سے بہتو خلاصت ہے۔ (۷)

جب سید تحریک پھیلی تو ضلع کے حکام اس سے پوچھا تو اسے  
اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ انہیں ہماری (مگر یہی) سلطنت میں تو حشر پڑے  
گا اور موجودہ مس میں تو یہ قسم کا حمل آئے واقعہ ہو گا ان فقر سے ضلع کے  
حکام نے حکام علی کو لکھا وہاں سے صرف جو سب آگیا اس سے ہرگز مزاحمت نہ  
کروں مسلمانوں وہم سے کوئی نہیں ہے یہ سکھوں سے تقاضا پہنچا جیتے  
ہیں اور حقیقت میں بات بھی یہی تھی (۸)

۱۲۱ سید احمد صاحب سے مولانا (۱۲۱ عجل) شہید کے مشورہ سے شیخ عدم  
علی رئیس نے آباد کی معرفت مفتاح گور، مملکت مغربی عمان کی خدمت میں  
طالع دی کہ سرکار سبوں پر جہاد کرے کی تیاری کرے کو ہیں، سرکار کو تو  
اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے مفتاح گور نے صرف لکھ دیا کہ ہماری  
عملداری میں مس میں غفلت پڑے، ہمیں کچھ سروکار نہیں ہے ہم یہی تیاری کے  
مناخ ہیں (۹)

۱۲۲ تک سید احمد صاحب میر حال کی مدد مت میں رہے مگر  
یکسہ موسوی کا کام آپ سے یہ کہ یہ مگر یہ وہ اور میر حال کی صحیح آری آپ  
نہی کے رچے سے جو شہر جہاز اس دینے گئے اور جس پہ آج تک میر حال کی اور

عکس ان کرتی ہے، وہی طے پائے تھے، رانا ہسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کا  
مگر اسی سے بات خوش تھا، دوسروں شکروں کے پچ میں ایک جیمہ کفر یا گیا اور  
اس میں تیس آدمیوں کا ہم معاہدہ ہو، میر حال، رانا ہسٹنگ اور سید احمد صاحب  
سید احمد صاحب سے میر حال کو بڑی مشغل سے شیش میں تیار تھا آپ  
سے سے یقین دہایا تھا کہ مگر یہ وہ سے مقابلہ کرنا اور رانا ہسٹنگ یا مگر تمہارے سے  
بر نہیں ہے تو تمہاری او، کے سے سر قاتل کا شہرہ ہے۔ یہ باتیں میر خاں کی  
کچھ میں چچی تھیں اور سب وہ اس بات پر رضا مند تھا کہ اگر وہ سے سے چھ ملک  
مجھے دے دیا جائے تو میں آکر انہیں (۱۰)

قائدیں تحریک، واٹ کے معتقدین کے سر میں و صحت کی ہے  
کہ یہ حضرت مگر یہ وہ سے عداوت ہرگز نہیں تھے اس میں سے چند سے  
ناشر تہذیب حد مستہ ہیں

۱۲۳ موسوی محمد ساجیل دہلوی جو قرآن وحدیث سے تہذیب اور اس کے پابند  
تھے بچے ملک ہند شمال میں مگر یہ وہ سے (اس کے ساتھ میں رہتے تھے) نہیں  
ڑے اور اس ملک کی رہائشیوں سے لڑے (موسوی محمد حسین دہلوی) ۱۱

۱۲۴ اسوں سے سرکار مگر یہی سے کبھی جہاد کیا اور نہ جہاد میں  
فتوں جہاد کا لکھا جو نعمت گرا (ال کی) مس کی کتابوں واجتہ فرما کر، غلط ہے  
تو کسی کتاب میں اس کتاب سے مسد جہاد کا یا بغاوت کا سرکار نقلیہ سے نسخہ  
لکھا ہے کی کوئی دست نہ پڑے کی وہ سب صدیق مس حال ہو پان (۱۲)

۱۲۵ وہ (مجاہدین) اپنے ہاتھ سے اس کاں، سب کو گور مت مگر یہی کی



حفاظت میں چھڑ گئے تھے اور ان کے مدد میں پہلے مال پتھر کے ہی فٹوں پر حمد کرنا بہت ممنوع ہے (سید احمد خاں) ۳  
 کچھ گروہی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ خریبہ کو گریزوں کے خلاف بھی تہ سے کوئی ردک نہیں ملتا میں حقیقت یہی ہے جو اس خریبہ کے حامیوں سے یہاں کی ہے اور جس کی مختصر روداد ہم نے پیش کر دی ہے۔

اس کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مخالفین اہل سنت نے گمراہوں سے ٹکرائے۔ یہ یہاں، فتویٰ جماد پر اکابر علماء دیوبند میں سے کسی کے دستخط و حوالہ نہیں تھے، ان کے طرز عمل سے انگریزوں کو قدم جمائے میں بد ملی، پروفیسر محمد یوسف قادری رقم طراز ہیں

۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا محمد احسن صاحب لہر علی کی مسجد نو

محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ

حکومت سے بغاوت کرنا غلط قانون ہے۔ ۴

مولوی مناظر احسن گیلانی نے دارالعلوم دیوبند کے بانی اور ان کے فتواء کے متعلق واضح طور پر لکھا ہے کہ وہ جنگ آزادی شروع کرنے کی کارروائی میں ملوث نہیں تھے، ان کے لفاظ یہ ہیں

"اتنی بات ہر حال یقینی ہے اور ان کا قاس لکار چشم دید گواہیوں کا کھلا

تقصاء ہے کہ مانتویہ سے زیادہ اس قسم کی فواہوں کی کوئی قیمت نہیں

کہ غدر کے ہنگامے (۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی) کے پہلے کرانے میں

وہ سردوں کے ساتھ سیدنا امام الکبیر (مولوی محمد قاسم نانوتوی) اور

آپ کے عملی و دینی رفقاء کے بھی ہاتھ تھے بلکہ واقعہ وہی ہے جو

مصنف امام نے لکھا ہے کہ "مولانا فسادات سے کوسوں دور تھے" ۱۵

مولوی محمد عاشق علی میرٹھی نے پٹی تھیف "تذکرۃ الرشید" میں

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں علما دیوبند کے مجموعی کردار کا تذکرہ کیا ہے، یہ

کتاب دیوبندی حلقوں میں بہت مقبول اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ جناب

عبدالرشید "شد" نے لکھا ہے

"میرے کالوں میں مولانا قدم رسول مر کے ہاں ہائے ہوئے یہ

اعلا کو کونج رہے ہیں کہ تذکرۃ الرشید "بہت عمدہ کتاب سے اس کو

پڑھ کر بڑا خوش ہوتا ہے، میں نے اس صاحب "در پہنے کئی

دوسرے احباب کو یہ کتاب پڑھائی ہے، اس کتاب کو پڑھ کر مولانا

رشید حمد گنگوہی کی عظمت دلور میں پیدا ہوتی ہے۔" ۶

آئیے دیکھتے ہیں کہ اس کتاب میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں علما

دیوبند کے کردار کو کس شکل میں پیش کیا گیا ہے، مصنف نے گریزوں کے خلاف

عوامی بغاوت پر ہتکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا ہے

"جن کے سروں پر موت تھیں رہی تھی، انہوں نے (ایسٹ انڈیا)

کمپنی کے من و عایت کا روقہ کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رخصت

کو رخصت کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا، فوجیں باغی ہوئیں، حاکم

کی باغیانہ منی، قتل و قتال کا ہند باڑا کھودا اور جو غمزدی کے غرہ میں

پہنچے وہیں پر خود کہاڑیاں ماریں۔" ۱۷

مگر یوں کی حکومت حال نہ رہے اور چھوڑیں آدمی کو ٹھکانے لگانے کی خاطر علانہ دیوبند میدان جنگ میں اور پڑے مجاہدین کا مردہ و زخمیہ یہاں تک کہ ایک ایک جھڑپ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولوی محمد عاشق لکھی میں بھی قحط رہیں

”تیس مرتبہ یہ بھی اتفاق ہو کہ حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق چالی مولانا قاسم غلام (محمد قاسم نالوتوں) اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت صاحب (امداد اللہ) صاحب دینہ حافظ ضامن صاحب سے ہمراہ تھے کہ بسدوقچیلوں سے مقابلہ ہو گیا، یہ ہر دہرا جھڑپ میں سرکار نے مخالف باغیوں کے ہاتھ سے ہار گئے پابست چائے و نہ تھا میں نے تل پہاڑ کی طرح پر جھک کر ڈٹ گیا اور سرکار پر حال ٹانوں کے سے تیار ہو گیا، اللہ نے شجاعت و جوش میں کہ جس ہو سکتا نظر سے شیر کا پٹ پانی اور بہادر سے بیدار کا ہرہ آپ ہو چائے وہاں پسو حقیر ہاتھوں میں تلواریں سے حمیر بسدوقچیلوں سے ہاتھ سے جھڑپ ہو گویا میں نے پاؤں باز رہے ہیں چنانچہ آپ پر میریں ہو میں اور حضرت حافظ ضامن صاحب پر یونان گون لگا کر شہید بھی ہوئے ۱۸

جنگ کے حوالہ پر بعض بد خو ہوں نے ال مطیع و مراد برادر خدمت اسوہ پختاوت کا ٹھکانا انرا گویا جس کا سر صاحب آقا رشید نے ال العظ کیلئے

جنگ پختاوت و لہذا کا قصہ لڑا ہو اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر ہائیوں کی سرکوبی کی قزاقوں نے مقصدوں کو ہاتھ سے اپنی رہائی کا دلی چاہا تھا کہ جھوٹی چچی تھنوں سے اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری جہ حوالہ ہے آپ کو ظاہر کریں جنوں سے ہارنگ حمایا اور ال گوشہ شین حضرت است (علی دیوبند) پر بھی پختاوت کا الزام لگایا۔ ۱۹

۱۸ شروع ۲۷ ۱۸۵۹ء ہادی ۱۸۵۹ء مال ہی جس میں حصہ نام رہاں (مولوی رشید احمد گنگوہی) قدس سرہ پڑی (گمری) سرکار سے مائی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مقصدوں میں شریک رہنے کی تہمت لگائی گئی۔ ۲۰ رحمدل گورنمنٹ سے مائی کو کسی پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہونے مولوی شہید احمد گنگوہی کو حراست میں لے لیا مقدمہ چلے مولوی صاحب سے موقع تھا کیا کہ

”میں جب حقیقت میں سرکار کا فرما ہر دہرا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا مال بھی نکال دیا گیا اور رمار بھی کیا تو سرکار کا حکم ہے، سے حق ہے جو چاہے کرے“ ۲۱

مولوی صاحب کو الزام ثابت نہ ہوا اور وہ با عزت بری کر دیے گئے عاشق لکھی میں بھی نے الزام لکھا ہے

”آپ حضرت (اکابر علانہ دیوبند) اپنی مہر مال سرکار کے حق حیر حوالہ تھے، تار بست جہ حوالہ ہی ثابت رہے۔ ۲۲

ب کے بعد انرا معلوم دیوبند قائم ہو جس کی گمری پر حق پر شک کرنا

اسلام سے وابستگی مصالحوں کے مترادف ہے، چند شد بدیدہ قارئین میں  
 ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں کے آگے آگے کا تقاسم ۱۹۶۸ء سے اور انصاف  
 دہلیز کے ساتھ جس کی رپورٹ کا قلمبند؟

”مسلمانوں کو ان کے مذہب میں افواہوں کی تعلیم دینی چاہی ہے ہر  
گورنمنٹ کے بے حد حساسیتوں و منتقزیں یہ کہ مسلمانوں کا  
سے ان کا شکر ہے۔ ان میں اور ایک بے کثیر التعداد مجمع میں جس میں  
ملک کے علی و ادنی طبقات کے مسلمان موجود ہوں علماء کی جانب  
سے جس کی تعلیم کو ہر فرد مسلمان ہوتا ہے و افواہی و شکر گزیری  
گورنمنٹ کا عطف و عدل ضروری ہر حق، ہوں مستہم صاحب نے  
اپنی مطلوبہ تقریر میں نہایت خوبی سے یہ معین کے ذہن شیں کیا  
اور پھر اس کی تائید میں مولانا احمد حسن صاحب، مولانا عبدالحق  
صاحب، مولانا منظور علی احمد صاحب نے مدعا پر مغز تقریریں  
کیں اور یہ اتفاقاً نے حضور و انسرانے بہادر اور لغٹ پیسٹ گورنر بہادر  
کی خدمت میں تیار دیے گئے۔ ۲۳

۳۲ صمیمہ قوانین، منقہ صدر انصاف دیوبند مطبوعہ ماہنامہ ”الہدیٰ“ لاہور  
رجب المہربان ۱۳۲۸ھ جمعیتہ (۱) انصار چوندہ) کو ختم شد غلطی کی (جس کی  
غلطی کا طعنہ میں ہم ہمارے آؤں کے ساتھ مذہبی غرضتوں اور سرتے ہیں اور  
مذہبی تعلیم کی رقی کے سنے پر قسم کی کوششیں کر سکتے ہیں) پوری و فائز اور سے گی  
اور مارکٹانہ کوششوں کے قلعہ واقع ہیں۔ اپنے اثر سے پور اکرام سے گی ۲۴

۳۳۱۔ بد قسمتی سے ہم میں مطروقی تعلیم سے، کچھ سا تھم مہم بازی بھی نرئی ہے، گزشتہ چند دنوں میں مشہور دو درائیں ہوئیں لیکن ان سب سے زیادہ قابلِ نفرت، من پسند قلوب کو ہلادینے والا حالہ ہے جس میں مڑ، عیسائی لارا ہارنگ جیسے مربیوں، راجدوں اور سرے پر لاقت شاہی راجد دال ۲۳ دسمبر ۹۲ء کو (خواتین ہمد کے لئے اور گایہ لاد تھ) کسی غیر معلوم شخص سے ہم چیکا اور ہا، عیسائی و کسر سے سخت دشمنی ہوئے، دارالعلوم کے ال شوری، سائنڈ، موجودہ طلبہ، پرائے طلبہ (جمعیت لائسٹار) اس صدمہ کا اثر محسوس کرتے ہیں، مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم نے بار علوم کے تمام دستوں کی طرف سے اظہارِ ہمد روی اور خصہ و نفرت کا تار دیا جس کا جواب نہایت شکریہ آمیز لفاظ میں آیا۔

محمد لکھ کہ ہر یکھمیں و سرے کی جان پر گزند نہیں آیا اور بیڈی  
ہارڈنگ محفوظ رہیں اور بعضہ تعویض و سرے کی صحت راہ روز کامیابی سے  
ماتھ راہ ترقی ہے، امید ہے کہ غفریب ہر ایکھمیں بدست خود اپنی کولس کا  
انتھار جوبلی میں فرماویں گے۔ ۲۵

۳ جنوری ۱۸۷۵ء کو بروز پیکتھہ لفٹننٹ گورنر کے ایک خط میں معتقد مگر پرنسپل پامر نے اس مدرسہ (دور العلومہ پورہ) کو دیکھ کر اس نے فریست جیسے طبیعت کا اظہار کیا، اس کے معنی یہ کہ چند سطور درج ذیل ہیں



وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پر نہیں مزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چاہیں روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے، یہ ہر مسلمان کا سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار، مہر و معاون سرکار ہے (۲۶)

اس میں شک نہیں کہ ایک وقت ایسا ہی آیا کہ بعض علماء دہمہند بظاہر کھلم کھری کے خلاف مبادلہ جنگ میں آئے مگر پچھہ سو۔ پتی ساقداروں پر قائم رہے لیکن بد قسمتی سے بول نہ کر "علماء" کی سرگرمیوں کا فائدہ مشرکیں ہندو ماہانہ بدعت کا گنگہ اور گگریوں و بول و پچھہ ہندو مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ نے صرف ان کی خدمات سے محروم راق ہند یہ حضرات ہندوؤں سے بھی زیادہ اس کی مخالفت کرتے۔ سے بچ کر یہاں حضرت حکیم امت مسلمہ محمد قہار نے

"قادیان دور دیویدہ اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیروی جیسے عرف عام میں وہادیت کہا جاتا ہے۔"

اس پر کہا گیا کہ دیویدہ کی سیاسی روش تو گھر پر بد قسمتی پر مبنی ہے، دیویدہ کی تو یہ رائے تھیں کہ گگری کی حکومت کی بدعت مدہا فرض ہے جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں۔

بایا "انگریز دشمنی سے یہ کہاں، روم آتا ہے کہ ہم مسلم دشمنی اختیار کریں یہ کیا گگری دشمنی ہے جس سے مسلم کو ضعف پہنچے، ارماب، یومہ لا سمجھنا چاہئے کہ اس دشمنی میں وہ ناراضہ اس راستے پر چل رہے ہیں جو گگریوں کا تجویز

نہ ہے۔ مگر یہ چاہتے ہیں، مسلمان جمہوری و طبیب کا محور اختیار کریں تاکہ اسلام کی حیثیت ایک عقیدے سے دیا جائے اور امت جی بدار یک سیا کی جماعتی نظام سے اس کی وحدت ختم ہو جائے، یہ سب گگری دشمنی ہے؟ یہ وہ ان کے ہاتھوں میں کھیلتا ہے؟

اس حقد کے جو "علماء" خود ان کے بقول اس وقت بھی تقریباً پست تھے، ان میں سے مولوی شرف علی قانوی کے متعلق مولوی عبید اللہ سندھی کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیں

"مولانا (عبید اللہ) سندھی صاحب، ناشر علی صاحبہ قانوی سے علم حاصل اور ارشاد و ملوکہ میں انہیں جو بہت مقام حاصل ہے، اس کے لڑکا لگی تھے لیکن تحریک آزادی ہند کے بارے میں ان کی جو مصلحت نہ اور گگری بدعت کے حق میں مؤیدانہ مستقل روش تھی۔ اس سے وہ بدعت خالصتہ طور پر بھی موقع ملتا پتی نکل کے علماء میں کبھی تال نہ کرتے۔" (۲۸)

اب کے متعلق روپیہ کا بیہوش ہے کہ آپ جانب مولوی محمود حسن نے توں پاکہ "اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن گگری ہے جس سے اس مسلمانوں کو غرض ہے۔" (۲۹)

دوسری طرف اسی دوران گگری، ہر سرچشمہ مسلم

"مردار علوم (دیویدہ) میں پہنچے صدہ دورے پر مستم صہ حال اور لیکن ہر مسلمان نے استقبال کیا، دو گھنٹے تک گوری صاحب نے روار علوم کی تمام عمارتوں کا معائنہ کیا۔

نظر ہے کہ صوبے کی سب سے بڑی حاکمانہ شخصیت کی آمد پر دہلی کے معلوم  
کو سہانا ناگزیر تھا۔ ان کی آمد پر مستحق پورے ہندوستان کی بھی نگاہیں تھیں تاکہ  
فرش فروش بھی ہو اور اس جلسے جلوس کے بعد جناب مولانا محمد احمد صاحب  
بگور مسٹر جی پی ڈی طرف سے پیمائش کے بعد جس مجلس کا خطاب بھی مل  
کیا جسے میں شری اور معزز حکام، ہندو مسلمان سب ہی تھے مگر یہ صاحب کے  
ایڈریس پر ان یزوں کے درمیان کے لوگوں نے خوشی اور احترام میں حسب  
دستور رہنمائی کیا۔ ۳۰

ان دلائل سے یہ بات نکھڑ کر سامنے آتی ہے کہ حکیم اہل سنت حکیم  
محمد موسیٰ امرتسری کا یہ ارشاد بالکل درست ہے کہ اس طبقہ کے "علاء" نے  
صرف کھل رہا کشتال کی مخالفت کی بلکہ یہ گریزوں کے بھی ہم ہو تھے۔  
کا گھر سی موسویوں کے معتقدین مگر چہ زور و شور سے یہ پروپیگنڈہ کرتے  
ہیں کہ امام احمد رضا فاضل ریویں گریزوں کے بچت تھے لیکن حضرت حکیم اہل  
سنت مرحوم کی تحقیق یہ ہے کہ

"اعلیٰ حضرت احمد رضا ریویں کی کہ جن کے حوالے سے اگر یہ دعویٰ  
کوں جو نہیں ملتا بلکہ اگر یزوں کے شدید مخالف نظر آتے ہیں، ان کا سر سے  
کوئی لڑکھائی نہیں ہے۔"

بات وہی صحیح ہے جو حکیم اہل سنت نے فرمائی، فاضل ریویں پر اگرچہ  
پرستی کا لڑا لگا ہے وہ آج تک کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکے۔ ان کا  
قصود صرف یہ تھا کہ وہ گاندھی فلسفہ متحدہ قومیت و ملی تعمیرات کے منافی

قراردید تھے۔ ان کا نقطہ نظریہ تھا کہ مسلمان کا مسٹر گاندھی کی قیادت و مات  
میں کام کرنا شرعی غلط ہے تاہم دراصل وہ دو قومی نظریہ کے مبلغ تھے جسے  
جی میں اہل سنت انگریزوں کی تائید مٹا کر تھے، موسوی ابو بکر احمد اوتھار  
تھے

"یہ تخیل کہ ہندوستان میں دو قومیں (مسلمان اور ہندو) آباد ہیں  
سرکاری دماغوں کا وضع کردہ ہے۔" ۳۱

ماہر اہل سنت مولانا محمد رضا خاں فاضل ریویں نے زندگی بھر کسی  
گمراہی کا شکار نہ ہوئے۔ حکام وقت دار معلوم دیوبند کے دورے فرمایا  
رتے تھے۔ انہیں یہ تو دار معلوم دیوبند نے مہتمم موسوی حافظ محمد صاحب  
طرح جس مجلس کا خطاب ملا اور یہی کوئی جاگیر ال کے کسی فرزند یا رشتہ دار  
ہوں یا خود متی احمد ہی نہیں بلکہ جس طرح کہ موسوی شرف علی تھانوی کے  
ہوں کہ مدتوں سے پٹی تو رہا میں کبھی بھی انگریزوں کی حمایت نہیں کی۔ حکم  
ال کے مخالفین کے یہ کہ یہ "کا نامہ" سر فہم دیا اس کے باوجود اگر کوئی یہ  
صرار کرے کہ وہ گرج کے بچت تھے تو اسے بدور محض اس کی جوہر ہی کے لئے  
تیار بنا چاہیے۔

اگر کسی کو تفصیلی مطالعہ کا شوق ہو تو وہ اس موضوع پر پروفیسر ڈی ایچ  
احمد کی تصنیف "گاندھی سہا" جو حکیم اہل سنت کی فرمائش پر لکھی گئی  
تھی، کا مطالعہ کرے۔ اہل شدہ انداز کے تمام شکوک و شبہات طاری ہو جائے گی۔  
تحریک خلافت کے جدہاتی دور میں جب قوم پرست رہنماؤں کے مسئلہ

گاہی وقت ہوا میں منتہی کر کے ہندو مسلم اتحاد کو تمام مشغلات کا واحد حل قرار  
 دیا اور ان سوچ سے حذوف کرے، واللہ کو خبر کسی دین سے مگر یہ سے خرید  
 عدم مساوی پر اصرار کرے لگے تو علی حضرت صاحب علی بن ابی طالب سے پتی عزت و  
 شہرت کو دلا پر لگا کر بعض دین اسلام کی مخالفت کی خاطر لٹوتی دیا۔ یہ وہام  
 مسلمانوں اور مسلمانوں کے خلاف یہ گھناہن سازش بہ قرآن و سنت کی رو سے  
 کوئی بھی غیر مسلم مسلمانوں کا سچا خیر خواہ نہیں ہو سکتا، مشرکین ہند کو عداوت و  
 عداوت سے کوئی دشمنی نہیں، ایک مستعصبت مشرک رہا ہو عریض و خالی جس  
 نے اس حدیث مبارک کا سر نہ مقرر نہ کیا نہ یہ غیر شرعی فعل ہے۔ یہ  
 اسلام و ہندو مت میں صدمہ کرے گا ایک خوفناک منصوبہ ہے مسلمانوں و چاہیے  
 کہ وہ اپنی تعلیم بنائیں اور ایک مسلمان رہنمائی قیادت میں اپنی قوم کا مطالبہ  
 کریں اور مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے کمر بستہ ہو جائیں،  
 مصروف پاکستان اور ہالی پاکستان کا یہ وقف بھی ایک تھا اور ہند کے جاننا وہ تھا کہ  
 یہ ثابت کر رکھا جائے یہ محشیں قوم را اور است پر تھے۔

مخائیں و جانب سے مگر یہ پرتی کے لازم کار د کرتے ہوئے حاصل  
 بریوں مہر و مہر نے تحریر کیا

بسم اللہ تعالیٰ، کیا یہاں اہل حق نے مگریزوں کو خوش کرنے کو  
 معاذ اللہ مسلمانوں کا تہا کرنے و مسکے لگا، اہل اللہ و اہل اللہ کے  
 خوش کرنے کو صریح کلام اللہ اور حکام اللہ کو پاؤں کے نیچے مل ڈال دیا مسلمانوں  
 حد انگلی کشی چاہئے، ہندوؤں کی غلامی چھڑنے کو جو فتوے اہل سنت سے دیے

کلام اللہ اور نظام لہی بیان کیے، یہ تو ان کے دھرم میں مگریزوں کے خائن  
 کرے کو ہوئے، وہ جو بیچہ کے دور میں یہ نیت کی غلامی چھی تھی جسے ب  
 آدمی حدیث کے بعد بیٹھ کر اسے بیٹھے ہیں کیا اس کا رد علامتے نابل مست ہے نہ کیا، یہ  
 کس کے خوش کرنے کو تھا کیا، بشریت رسا کس و مساکل اس کے رد میں نہ لکھے گئے  
 حتی کہ اس نے سچے بدوے سے رو میں پچاس سے زائد مسائل شائع کئے ہیں  
 جہاں اس ہم عصر اہل بیت فاہمی رد مبیع ہے یہ اس کے خوش سے تھا ۳۲

۷۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول کریم ﷺ جانتے ہیں کہ اہل اسلام  
 سے خداوندی شریعہ کا مقصد کسی مخلوق کی خوشی میں ہوتا، صرف اللہ عزوجل و  
 رضا، اس کے بندوں کے حکام پانچاں، اللہ عزوجل سے ہم کہیں، حد فہر  
 اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی برابر ہر رخصتیں جس سے مگریزوں  
 کے خوش کرنے کو تہا میسہین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں سند اس پر بھی جس  
 سے حق مسئلہ نہ رضا حد اور رسول رحیمہ، انکا ہی مسہین کے لئے بتایا سند اس  
 سے خوشنودی نصاریں اس کا مقصد وہاں ہو اور ساتھ یہ بھی کہہ بیٹھے کہ اللہ حد  
 قرار اور اس کے رسولوں اور مدد نگہ اور آدمیوں سب کی برابر ہر رخصتیں ان پر  
 حصول سے خوشنودی مشرکین کے لئے تہا ہی سلام سے مسئلہ دل سے نکالے  
 اللہ عزوجل کے کلام و حکام تحریف، تغیر سے کا پتہ کر دے، شیعہ اسلام ہند  
 کئے، شیعہ زکھر پسند کئے، مشرکوں کو ہاں و ہادی بتا دیا اس سے دور و تھا ملا دیا اس  
 پر سب ہندو مل کہیں تیں ۳۳

حقائین اہل سنت کہ کرتے ہیں کہ امام احمد رضا خاں فاضل دیوبند رحمہ



لڑا مگر وہاں کے چارے کے بعد پورے ناچار ملک حوالہ دیندوں کے ہاتھ میں آجاتا۔  
حضرت شاہ عہد عزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت ہندوستان کو دو  
عرب قرار دیا تھا وہ بالکل صحیح تھا لیکن بعد میں حالات بدلتے گئے، جس کے  
باعث ہندوستان دو اسلام بن گیا، مولانا مودودی صاحب نے اس کی وجہ یہاں  
رہتے ہوئے لکھا ہے

”ہندوستان اس وقت بادشاہہ دور محرب تھا جب انگریزی حکومت  
یہاں سادی سلطنت مٹانے کی کوشش کر رہی تھی، اس وقت  
مسلمانوں کا فرض تھا کہ یا تو سادی سلطنت کی حفاظت میں جائیں  
ٹرائے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد یہاں سے ہجرت کر جاتے لیکن  
جب وہ مطلوب ہو گئے، انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں  
نے اپنے پر مشل بنا پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول  
کر لیا تو اب یہ ملک دلازمہ محرب نہیں رہا، اس لئے کہ یہاں تمام اسلامی  
قویمیں منسوخ نہیں کئے گئے ہیں نہ مسلمانوں کو سب احکام شریعت  
کے جناح سے روکا جاتا ہے، نہ ان کو اپنی محکم اور اپنی جماعتی زندگی  
میں شریعت اسلامی کے خلاف عمل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یہ  
ملک کو دلازمہ محرب ٹھہرانا اور ان حصص کو نافذ کرنا جو محض دور  
محرب کی مجبوری کو پیش نظر رکھ کر دی گئی ہیں، اصول قانون اسلامی  
کے قطعاً خلاف ہے اور نہایت خطرناک بھی ہے۔“ ۳۴

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بدنام کرنے کے لئے دلازمہ اسلام

لقد علیہ سے مگر یہاں کے اشارے پر متحدہ ہندوستان نو، اور مدام قرار دیا تھا۔ ملکہ  
وہ ایک فقہی مسئلہ تھا، مگر یہاں پرستی سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں تھا شرعی نقطہ  
نظر سے جس ملک کو دلازمہ محرب قرار دیا جائے اس میں سے ”دلازمہ“ سے  
کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے، یہ محض مذہب تو وہاں سے ابھرتا کر کے  
پہاڑی اسلامی ملک میں پناہ دینا ضروری ہو جاتا ہے دلازمہ محرب قرار دینے کے لئے  
جو شرائط کتب فقہ میں منقوض ہیں وہاں میں سے ایک اہم ترین شرط یہ ہے کہ دشمن  
دلازمہ سے مسلمانوں کو اسلامی حکامات پر عمل درآمد کرنے سے روکیں۔

اس وقت ہندوستان کے حالات اس قدر خراب تھے کہ سب سے دلازمہ  
عرب قرار دیا جاسکتا، سیاسی لحاظ سے بھی ضرورت اس بات کی تھی کہ مسلمان بد  
سن جدوجہد کے اور پیچھے اپنی نبرداریت کو برقرار رکھتے ہوئے آزادی حاصل  
کرنے کے منابر طے کرے، جہاد کے لئے جس قوت کی ضرورت ہوتی ہے وہ  
معتوق تھی، اس کا قرار خود قوم پرست مسلمانوں کو بھی تھا اور اسی کے پیش نظر  
نہیں لگا دھوی فلسفہ عدم تشدد کو کتاب و سنت سے ثابت کرنا نہ پناہ  
تھا ہجرت کرنے سے درپیش مسائل حل ہونے کی قطعاً کوئی توقع نہیں تھی  
کیونکہ ملک کے اندر رہ کر انگریزوں پر جو دباؤ لگایا جاسکتا تھا وہ عدم تشدد کا نظر یہ  
اپنا کر دلائل میں چارے سے ممکن نہیں تھا یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں تھی  
کہ مگر یہاں جلد یہاں سے چھوڑ دیا اور آئندہ یہاں جمہوری نظام نافذ ہونا تھا،  
اس لئے ہندوؤں کے ہر تشدد سے بچنے اور سادی اقتدار کو محفوظ رکھنے کا احد  
درپیش تھی تھا کہ مسلمانوں کے زیادہ سے زیادہ ووٹ ہوں، مسلمان ہجرت کر جاتے

کے مسئلہ کہ محض ہندوستان کے طور پر تسلیم کیا جائے گا۔ یہ مخالفین نے اپنے علماء بھی متحدہ ہندوستان کو دار عرب قرار دینے سے پہنچاتے تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے یہ موقف اختیار کیا۔ غرض کہ اس سے یہ علم نہیں کہ ہندوستان دار الحرام بھی ہے یا دار الحرام۔ ۱۳۵۵ء مولوی محمد حسن نے خیال ظاہر کیا کہ ہندوستان دار عرب بھی ہے اور دار الحرام بھی۔ ۱۳۶۰ء مولوی محمد کاشف اللہ شاہ نے دار الحرام کا دعویٰ کیا۔ ۱۳۷۰ء جبکہ مولوی عہد محمدی (۱۳۶۰ء) مولوی شرف علی تھانوی (۱۳۶۹ء) مولوی کریمت علی جوہر، حلیفہ سید احمد بریلوی (۱۳۷۰ء) مولانا محمد صدیق حسن حال بھوپال (۱۳۷۰ء) مولوی محمد عیسیٰ بھٹائی، ۱۳۷۲ء بمبئی اور حسین دہلوی (۱۳۷۳ء) اور ڈپٹی ڈائریٹر محمد (۱۳۷۳ء) نے امام احمد رضا کا فضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح ہندوستان کو دار الحرام قرار دیا تھا۔

پچھلے صورت حال اس وقت پیدا ہوئی جب تقسیم ہند کے بعد ہندوستان نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی نئی کر دی لیکن مولوی حسین احمد دیوبند نے ہندوستان کو دار الحرام قرار دیا، مولوی صاحب کے اس فتویٰ کے متعلق مولانا مورودی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں لکھا

”آپ نے اپنا پسند سوال مجھ سے کرنے کے بجائے مولانا حسین احمد صاحب سے کیا ہوتا تو بہتر تھا، آپ اب سے پوچھئے کہ ہندوستان کی موجودہ حکومت میں مسلمان جس درجہ شریک ہیں اور ان کے مذہبی اور بنی شعائر کا جیسا کچھ حرام کیا جاتا ہے اس سے تو ہر جہاں زیادہ دور گزری دور میں شریک حکومت تھے اور اس سے بہت زیادہ ان کے

شعائر کا احترام گزری دور میں ہو رہا تھا، اگر کسی کو اس سے انکار ہو تو وہ گزری دور کے مسلم وزراء اور دیگر یکتو کونسل کے مسلم ممبروں اور فوجی اور سولہ محکموں کے مسلم ملازمین کی تعداد کا موجودہ بھارتی حکومت کے ہر شعبے میں حصہ پانے والے مسلمانوں کی تعداد سے مقابلہ کر کے ہر وقت سے قائل کیا جاسکتا ہے، رہا شعائر مذہبی کا احترام تو موجودہ ہندو اقتدار کے دور میں مساجد کی جتنی ہے ترقی ہوئی ہے، اس کا مقابلہ گزری دور سے کر کے دیکھ لیا جائے، اس دور میں مسلمانوں کی جان و مال اور ان کی غور قوت کی عصمت پر جتنے حصے ہوئے ہیں ان کا مقابلہ گزری دور کے ایسے ہی حصوں سے کر لیا جائے اور اس دور میں مسلمانوں کے پرستار کا جو حشر ہو ہے اس کے مقابلے میں دیکھ لیا جائے کہ ڈیڑھ سو برس کے گزری دور میں اس پرستار کا کیا حال رہا ہے، اب اگر ”حضرت شاہ (عہد معزین) صاحب کی تعریف کے مطابق ”موجودہ بھارت ہے شہد دار الاسلام ہے“ تو انگریزی دور کا ہندوستان کیوں نہ تھا؟“ ۲۵

امام احمد رضا کی گزری دور دشمنی کے کئی واقعات تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں مگر ہم غلط طوالت میں غرق نہ کرنے ہوئے چند مشہور، معروف یہ جانبدارانہ کلمہ کے تاثرات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں

۱۔ تحریک ترک سوالات ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے شروع کی جس کا مقصد حکومت برطانیہ سے عدم اعتماد تھا، اس میں ہندو نواز مسلم اکثریت نے

سوں لیکس عام باگ کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ ہولی ثبوت طلب کے  
بغیر بیان کرتے ہیں جیسے مواقع کے لئے یہ محاورہ ہے ”لو کال سے ارا“۔  
”تحریک ترک موالات میں جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا، اس لئے  
ہی انہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن جیسے جیسے شعور تاج گیا،  
وہ بھی انصاف اور تنگ دلی کا رنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا گیا“ (مولانا سید محمد جعفر شاہ  
پھلواری) ۳۸

یہ بھی کہا جاتا کہ وہ (امام احمد رضا) انگریزوں کے حامی تھے لیکن  
انگریزوں سے آپ کو اتنی نفرت تھی کہ آپ نے فتویٰ میں انگریز کی پکھڑی میں چھاپا حرام  
قرار دیا، ورنہ جب مقدمہ قائم ہو تو وہ کبھی انگریز کی پکھڑی میں نہ گیا۔ اس سے کہ  
انگریز کی پکھڑی میں چھاپا اس سے رد یک حکم الہی کے قوانین کے خلاف تھا اور جس  
سے خط لکھا اور لٹا نے پر نکلتا تھا اور انگریز بادشاہ کی تصویر تھی ہمیشہ نا  
لگایا تاکہ اس کا سر بچو نظر نہ آئے اور جس نے اپنی وفات سے روکھئے تھے یہ وصیت  
کی کہ اس کے گھر میں جہاں کاغذ کے جہاز ہیں، جتنے ڈاک میں آئے ہوئے وہ  
خطوط پور لٹا دے جس پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر شبت ہو جائے روپ اور سونے  
ہو جن پر مال کی تصویر ہو، وہ سب نکال دینے چاہیں تاکہ فرشتہ ہمارے رحمت و  
آئے میں دشواری نہ ہو ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریزوں کے حامی تھے، یہ  
مکمل بات ہے کہ کوئی معسر اور ارج اس کو قبول نہیں کر سکتا۔ (مولانا کوثر علی شاہ ۱۹۸۸ء)  
☆ مولانا احمد رضا نے کبھی انگریزوں کی حکومت سے وابستہ رہے وہ ان کی  
جس میں کبھی فتویٰ دیا۔ کبھی اس بات کا کسی طور اظہار کیا، کم از کم میری نظر سے

ہے، ماضی کے تجربات و مشاہدات سے قطع نظر کر کے اہل ہندو کے ”مے دوستی  
اور محبت کا ہاتھ بڑھایا حتیٰ کہ انہیں اپنا قائد اور رہنما تسلیم کر لیا۔

امام احمد رضا کو اس سیاسی طرز عمل سے سخت اختلاف تھا کیونکہ وہ اس  
سے بے ہرگز نیا نہ تھے کہ انگریزوں کی عداوت کا طوق تار کر ہندوؤں کی ہمدانی  
قبول کر بیٹے اور قتل اراں سے ہاتھ میں سوپ کرال کو مسلمانوں کی قسمت کا مالک  
منادیتے، قوم پرست مسلمانوں کو ہندوؤں کے احداث بیت پر یقین تھا لیکن امام  
احمد رضا ان کی نیوٹوں کو خوب سمجھتے تھے، اس لئے انہوں نے خود کو اس تحریک  
سے الگ رکھا لیکن علی حضرت کے مخالفین سے اس بات کو شہرت دی کہ انہوں  
نے انگریزوں سے پیسہ کما کر ترک موالات کے خلاف فتویٰ تحریر کیا جو انگریز  
کے پیادے، کھوں کی تعداد میں چھپو کر تقسیم کیا گیا۔ ۳۹

یہ امر سر کذب و افتراء ہے کیونکہ اتنی کثیر تعداد میں فتویٰ کی کاپیاں  
چھپتے اور تقسیم ہونے کے باوجود خاص میں (اس دور کی) ایک نقل ہی فراہم نہ کر  
سکے۔ (ڈاکٹر سید مطلوب حسین) ۴۰

☆ ”ترک موالات کی تحریک جب تک روروں پر رہی، مجھے فاضل  
دیوبند سے کوئی دلچسپی نہ تھی، ترک موالاتیوں سے الگ کے متعلق مشورہ کر رکھا  
تھا کہ ”خود باللہ“ وہ سرکار کے اطمینان بخش ہیں اور تحریک ترک موالات کی  
مخالفت پر آمور ہیں۔۔۔ دراصل ہر دور میں کسی کو بدنام کرے سے لئے کوئی چل  
ہو اصطلاحی لفظ اختیار کر دیا جاتا ہے جس کے تماشے میں اپنی ردائی میں ہست اکیچہ  
چکا ہو۔۔۔ اس قسم کی جہریں خواہ ایک فی صد ہی پنے اندر صداقت نہ رکھتی



ان کی کوئی تحریک یا تقریر نہیں کر رہی مگر یہی کوئی بات اس سے کہی تو اس کا ضرور ذکر کرتا، اس لئے کہ نہ میرا ان کے مسلک سے تعلق ہے نہ ان کے حالات سے۔ بہل شاہ احمد رضا خان کو علاوہ سوء کے اصرار سے میں شامل کرنا میرا سر بہتان اور جھوٹ ہے۔ (نویسہ افکار جناب شوکت صدیقی)۔ ۵۰

ان کے لئے سے تعلقی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ خوف خدا سے بے نیاز جس سوچوں سے فیصلہ بریائی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ بود نام کرے کی مہم میں حصہ لے گا اور سبھی سے رہے ہیں وہ یقیناً غلطی پر تھے اور ہیں اور حلیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ مراد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تجزیہ بظاہر درست ہے۔

قیام پاکستان کے بعد وہ خوب شرمندہ تعبیر نہ ہو جو یہاں کے مسلمانوں سے دیکھتے، فوائد می لیں تحریک پاکستان نے حاصل کئے اور جدوجہد کرنے والے محروم رہے۔ قبلہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا

”ان سب قربانیوں کے بعد جب میں دیکھتا ہوں، اس ۱۴ اگست کو یوم آزادی صبح میں سپہ دروازے پہ ہڑا ہو اپنی تبلیغ گھمراہ تھا، میں سوچ رہا تھا کہ یہاں (راہور) سے چندہ میل سرحد ہے اور وہاں سے ۱۰ میل دور ہمارا وطن امرتسر ہے، آج ہم اپنے وطن نہیں جا سکتے، دیکھ نہیں سکتے پنے درگاہ کی قبروں پر فاختہ ہمیں پڑھ سکتے، آخر کیوں؟ اس لئے کہ ہم ایک ملک سدا م کے لئے بنا نا چاہتے تھے مگر آج میں دیکھتا ہوں کہ یہ تو روناخا نہ بنا ہوا ہے، میری آنکھوں

سے سو جاری ہو گئے، ٹپ چھوٹے ہیں آپ کو میں معلوم ہوا تلیں کرنا بڑی آسان ہیں آپ لوگوں کو مدد نہیں کہ لوگ کیا کچھ قربان کر کے پاکستان آئے، اس شے صادق حسن جو کہ امرتسر کے بہت بڑے میر بہر مسلمان رہا تھے وہ تقسیم ملک سے پہلے کر رہا تھے، مشرقی پنجاب کا ایک ہی مسلمان تھا جس کی چار بیٹیاں تھیں، سب آپ ان کی ”دو کوپکڑیاں میں تلاش کے بتائیں ان کا سب چھوٹا بتال کے لیے قربان ہو گیا، ٹپ کے کر پٹی کے لہر اللہ خاں ہیں، ان سے جا کر پوچھیں وہ ٹپ کو بتائیں گے کہ شے صادق حسن کیا ہے، یہاں تک ہے کہ پاکستان دشمنوں کے لئے مناسب ہے، اس کے ہاتھ والوں کی ”دو، دو، فاکھی پتہ نہیں چلتا۔“ ۵۱

ایسا کیوں ہو؟ یہ بھی حکیم صاحب ان کی زبانی سنئے

”میں سمجھتا ہوں، اس صورت حال کے اصل ذمہ دار یہاں کے حکمران ہیں، ٹپ دیکھیں کہ ہندوستان میں ایک کانگریسی مرثا ہے تو اس سے اچھا کانگریسی پیدا ہو جاتا ہے، جب پاکستان بننا نظر آیا تو انگریزوں کے مراعات یافتگان خاں بہادر، سرداروں نے رتوں رت مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی، ان لوگوں نے پاکستان کے قریب نہیں دی، حسب ملک بن گیا تو اس کے منصوبہ پر فاختہ ہو گئے اور آج تک قطعہ جہے ہوئے ہیں، میاں ممتاز احمد خاں دولتانہ یہ لوگوں نے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم ہوت ہے سیاہی مقاصد

کے لئے چوہائی، بعد میں (تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما) مولانا  
ابوالحسنات قادری صاحب وغیرہ کو دھوکا دے کر خود انگ ہو  
گئے۔ ۵۲

ان مرععات یافتہ لوگوں کے وسیلہ سے ہندوؤں اور مگر یوں کے منظور  
نظر نہ رہی۔ سبوں کے عقیدت مند ہی قیدی عہدوں پر قابض ہو گئے  
حکیم اہل سنت نے لکھا:

کہ پاکستان میں اس وقت اہل سنت کا یہاں خطرے میں ہے، اس کی  
شاندہی پاکستانیوں کے فوراً بعد تحریک پاکستان کے رہنما محدث عظیم  
سید محمد محدث پٹھان چھوٹی حمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے مولانا عبد ستار حال یاری سے  
مفتگو کرتے ہوئے کران تھی، وہ قہ کی تفصیل بتاتے ہوئے حضرت حکیم صاحب  
سے بتایا کہ حضرت محدث پٹھان چھوٹی کے ایک مرید خاص چودھری خورشید عام  
اشرفی مرتری تھے پاکستان بننے سے پہلے حضرت محدث پٹھان چھوٹی جب  
مرکز تشریف لاتے تو انہی کے ہاں قیام کرتے تھے، پاکستان بننے کے بعد  
چوہدری خورشید عالم چشتی ہالی سکس میں پھر تھے۔ مولانا سے خود مجھے بتایا کہ ان  
کے ہاں حضرت محدث پٹھان چھوٹی قیام فرماتے تھے ان سے مولانا یاری بننے کے  
سے حاضر ہوئے تو حضرت محدث پٹھان چھوٹی سے موجود اس کے۔ اکل نڈیا سی  
کانفرنس ہائرس کے روح رہاں تھے، قائد عظیم کے دست راست اور تحریک  
پاکستان کے رہنما دست حاشی میں پاکستان کی یہی صورت حال دیکھ کر انہوں نے  
مولانا یاری سے لکھا کہ اس وقت نڈیا میں ہمیں جان کا خطرہ ہے مگر یہاں محفوظ

ہے پاکستان میں اہل سنت کے رہنماوں پر آگئے ہیں اور یہ صرف پاکستان پر مسلط اور  
گئے ہیں، اس سے یہاں پہنچا ہوا یہاں کا خطرہ ہے حضرت حکیم صاحب سے  
بتایا کہ محدث صاحب نے مولانا یاری سے لکھا کہ یاری صاحب ان سی، ٹن  
یو کوپ کے صف کو زور دے کہ خورپاش پاش ہو چکا ہے۔ ۵۳

اہل سنت کے رہنماوں نے اس نتیجہ کا یا تو پیچیدگی سے نوٹس نہیں لیا  
نچہ ناموافق حالت کے، عہدہ سنبھلے، قیام پاکستان کے بعد ان کی  
بولی تنظیم میں تھی، اکل نڈیا سی کانفرنس کا حاتمہ ہو چکا تھا، یہاں  
سے کچھ تو مسلم لیگ میں شامل تھے اور بعض جمعیت علماء اسلام میں، حضرت  
غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوششوں سے  
۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کا قیام عمل میں آیا جس سے ۱۹۷۰ء میں پہلی بار  
انتخابات میں حصہ لینے کا عہدہ یا مغربی پاکستان میں یہ جماعت ووٹ حاصل  
کر کے کے علاقے سے پیپار پارٹی کے بعد دوسرے سر پر آئی لیکن بعد میں ہر حکم  
وقت سے سے کچھ کی ہر ممکن کوشش کی، اب بھی اگرچہ صوبہ بھارت اور سندھ  
میں اس کا ووٹ بنگ موجود ہے لیکن نئی دھڑوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے اس  
کے برسر اقتدار آنے کے امکانات دور دور تک نظر نہیں آتے، مختصر یہ کہ نہ تو  
حکمرانوں نے سبوں کو ایک پیٹ فارم جمع ہونے دیا اور نہ ہی ان کا دین کو یہ حساب  
ہے کہ ان کی مشکلات کا واحد حل ان کے باہمی اتحاد و تعاون میں ہے نہ کہ بکھرے  
رہنے میں

سبوں کی اس ناگفتہ بہ حالت کے پیش نظر حضرت حکیم اہل سنت رحمۃ

مدتوں عالیہ سے ہندوئی قدم کے مطابق مہاراجہ صاحب نے یہی رحمت ہندوئی عالیہ کی تعلیم لے کر خدمات کو منظور عام پر لے کر فیصلہ کیا مگر اس وقت کی صورت حال کا تذکرہ کر رہے ہیں صاحب مرسوم فرمایا کہ اس وقت کی صورت حال کا تذکرہ کر رہے ہیں صاحب مرسوم فرمایا کہ

”اس پہلے جلد کے موقع پر مقررین نے پاس اعلیٰ حضرت سے ملائے میں سے کے مولانا کی تھی، مولانا عبد الستار یارزی صاحب کو میں نے اعلیٰ حضرت کی کتاب ”حرمت مجددہ تفسیر“ اور مقالہ العرفاء پڑھنے کے لئے دیے، اعلیٰ حضرت کے علمی حوالے سے مجھے علی گڑھ کے مولانا مفتی خاں شیرانی سے خاصی مدد ملی، انہوں نے میری رہنمائی اعلیٰ حضرت سے کسی تعلق کی بنا پر نہیں کی وہ تو سرمد احمد خاں کے ساتھیوں میں سے تھے، انہوں نے بڑی عمر پا کر، میری ان سے پہلے سے خط و کتابت تھی، طائفہ پروفیسر ایوب قادری نے ان سے مجھے متعارف کروایا تھا، چنانچہ مولانا شیرانی نے مجھے اعلیٰ حضرت کی کتاب ”المحجة الملوئمة“ بھیج دی، یہ کتاب ہمارے لئے بڑی مفید ثابت ہوئی، اس وقت پورے پاکستان میں یہ کتاب میں تھی، اس کے بعد مولانا شیرانی نے مولانا سلمان شرف صاحب کی کتاب ”سور“ بھیج دی، وہ بھی اس طرح کہ ادھی ایک بار اور ادھی دوسری بار، تو ہمارے ان دو کتابوں میں سے اعلیٰ حضرت کے دو قومی نظریے کے بارے میں نظریات کو پیش کیا، اس طرح پہلی

مرحہ مرکزی مجلس ضلع اعلیٰ حضرت کی محرابوں سے ان کے دو قومی نظریے سے اتفاق کو منظر عام پر لائی، مولانا مفتی خاں چونکہ جانگزیں کے محالہ تھے مہاراجہ صاحب نے جانگزیں دھرمی میں ہمارے یہ مددگار ”محجة الملوئمة“ اعلیٰ حضرت سے جھڑپوں اور تھلیلک سے ہم سے اس کتاب کی نقلیں یہاں علمی حلقوں میں پڑھائیں اور کتابچہ شائع کیا ۵۴

حکیم صاحب نے مزید فرمایا

میرے وہ ساتھی جو پٹے پڑھائی تھے انہوں نے مجھ سے مراد ان فقیرانہ اور ۶۰۰۰ جوتھے دھرمی رہیں مگر انہوں نے مولانا خاں کو پکڑ دیا، مولانا صاحب نے انہیں ہندوستان میں لے کر آئے، ان کے بعد پٹے کی بات ہے، وہ اس وقت مرسوم پروفیسر ایوب قادری نے تھے تو ہمارے ان کے مولانا پروفیسر ایوب قادری نے ان سے تھیں مہاراجہ صاحب نے ان سے ملنا دیکھا، ایک اور پروفیسر صاحب نے موقع پر ان میں تھے تو ہمارے میں بھی آئے تھے، مولانا صاحب سے سے غائب اہل قلم سے ملنے کے اعلیٰ حضرت پروفیسر صاحب نے چھاپے تھے، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب بھی اس طرح کے اہل قلم میں آئے، مولانا صاحب سے یہ پروفیسر ایوب قادری نے ان سے ملنا دیکھا، ان سے ملنے سے ان سے یہ کتاب جو کہ شاہ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ پر تھی مجھ تک پہنچی۔



۱۔ رہا "اے جب مسعود صاحب سے خط و کتابت ہوئی تو  
 میں نے "اعظمی حضرت اور تحریک شریک مواصلات" کے عنوان  
 سے مقدمہ لکھنے کا کاراؤڈ ظاہر کیا، ہم نے کہا آپ تمہیں، جب ان کا  
 وہ نتیجہ، خوش ہے، یہاں بہت اچھا مضمون ہے، یہی رہا  
 لکھنے والے ہمارے ہاں کم ہوس گئے، ہم نے چھاپا اور یہ کتاب ہمارے  
 چھپی ہو اس کا خاص اثر ہو۔ ۵۵

۱۹۶۸ء کے پہلے یومِ برفا کے جلسہ میں حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ مرتضیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مقالہ ”سورانا شاہ احمد برصا صاحب“ لکھ کر رفقہ کی سیاسی بھرت کے عنوان سے پیش کیا تھا جس میں سب سے پہلے بیوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ال کے چند ہاتھیوں کی سیاسی جدت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ”مختصین کو دعوت دی ہے کہ وہ اس موضوع پر قلم نہ لیں کیونکہ اس جانب ابھی تک بہت کم توجہ دی گئی ہے اور کام کرنے والوں سے لے کر اس میدان میں جو ہر دکھانے کے کئی مواقع موجود ہیں۔“

حکیم صاحب نے معاذ اللہ یہ

”بہ عظیمہ ہیں تحریک سار کی کی تاریخ اور مسلمانانِ پاک و ہند کی  
ترتیب ہی و ثقافت تاریخ میں دلچسپی سے وے فصد اور طلبہ کے لئے  
اس گوشے میں ایک اہم خدمت بھی تک محمول ہے جسے تا حال منظر  
عام پر وے کی طرف ملاحظہ تو چاہئیں کی گئی۔“ ۵۶

(مقالہ کی ہمارے شمارہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے ۱۰ نمبر شائستگی کا جگہ ہے)

اس مقدار میں حکیم صاحب نے امام محمد رحمہ اللہ کا فضل و یرغبتی کے ایک  
 حصہ کو نا پید سے ماں شرف کی تالیف ”نور“ سے ایک اقتباس درج کیا ہے  
 اس میں حدودوں کی دینی مسلمہ شمس و گائے کی قربان کے مسئلے پر لکھی گئی ہے  
 کہ ہے اس اقتباس میں حدودوں کی جانب سے علماء کرام کی خدمت میں جو ملتا  
 پہنچا گیا تھا، اس کی یہ عبارت بھی شامل ہے

”موقع طر عید پر گائے کی قربانی جبکہ موجب فتنہ و فساد ہے اور امن عامہ میں اس کی وجہ سے خلل آتا ہے، مگر مسلمان گائے کی قربانی موقوفہ کر دیں تو کیا مضائقہ ہے؟“ ۵

مستعفاء کے لئے نہ الفاظ کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہندوؤں کے گاؤں کے مسجد میں کسی قسم کی کوئی رعایت دینے پر آمادہ تھے، اس سلسلہ میں ہندوؤں نے انہماک کے چند بیانات مد حلقہ لکھا ہیں

جہاں ہم ہندوستان کو روک کر نے میں صرف سی کی رد کریں گے جو سب  
رکھیں گے تنظیم ان امور میں سے، ہندو تھیں اس کا عندیہ یہ کہ وہ صرف سی  
کو روک دیں گے جو سب رکھیں گے سب سے اس روکے گا۔ (میں نے فور سٹڈ ایڈیٹر  
ملک لاہور) ۱۸۵

☆ جب قادیان سرحد کی قوت اٹھ رہی تھی تو ہم نورجہ  
 نے کہا کہ صدارت میں مدد گاہ بنائی جائے۔ یہ بات ۱۹۶۸ء  
 میں گائی کی حفاظت رہا کے لئے ہندو روم کا تحفہ ہے اور ہندو روم اس  
 وقت تک زندہ رہے گا جب تک گائی کی حفاظت کرے وے ہندو موجود رہیں

کے اور اس کی حدت ۵۰ طریقت ہے۔ اس سے نئے جان قربان کر دی جاتے ہیں۔ مسٹر گاندھی (۶۰)

قوم پرست مولوی ہندوؤں کی چال کو نہ سمجھ سکے اور محض ہندو مسلم اتحاد قرار رکھنے کی خاطر مسلمانوں کو یہ ذہن نہیں کمرے کی کوشش کرنے لگے۔

ہندو بھون گائے کی مذہبی حیثیت سے عزت کرتے ہیں، اس لئے قہر تو گاؤں کی ایک آفت ہے اور دوسرے چاہتے ہیں کہ مسلمان اس کو نہ کھاتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ کی شریعت نے ہمیں اس کے کھانے پر مجبور نہیں کیا ہے اور یہ سبب بتلایا کہ گاؤں کھانے سے ہم مسلمان نہیں رہیں گے اور جب یہ ہے کہ گائے کا گوشت کھانا ہمارے لئے جائز اور ہماری مرضی پر منحصر ہے تو پھر اگر گائے کے گوشت کے بجائے دوسرا گوشت استعمال کریں تو ہمارے لئے کوئی مذہبی ممانعت نہیں ہے۔ (مولوی محمد صدیق) ۶۱

ہندوؤں میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ مساجد کے سامنے ہندوؤں کا بوجھ جانا مسلمانوں نے مذہبی حقوق میں اس طرح کی مداخلت کی ہے، اس لئے یہ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے جدت کی طرح گائے کی قربانیاں نہیں کرتے۔ (مولوی محمد صدیق) ۶۲

ہندوؤں کے مسلمان گائے کے بچے بھڑ بھڑ کی قربانی کیا کریں (قربر اور جمعیت علماء ہند) ۶۳

امام احمد رحمہ اللہ فاضل ریوی اور ان کے ہم مسلک علماء و مشائخ ہندوؤں

اور ہندو نواز علماء کے اس موقف سے متفق نہیں تھے، ان کا نظریہ تھا کہ بڑے انصاف کا فیصلہ یہی ہے کہ بڑے معتقدات کی وحدت خود صاحب عقیدہ کو چاہیے۔ دوسرے مذاہب سے بڑے معتقدات و خوشامدات کا مطابقت اس حد تک کیجئے جہاں تک دوسرے مذاہب کے دیں اور معاشرت میں خلل اور تکلیف نہ واقع ہو، اس سے زیادہ طلب کرنا جہت و عمری اور بردباری ہے۔ (مولانا محمد سلیمان اشرف) ۶۴

بڑا مستحب جب نہ صرف مذہب چارہ ہو بلکہ سے حرام قرار دیا جاتا ہو تو اس کا تحفظ ضروری ہو جاتا ہے، ایسے عام میں مستحب، مستحب نہیں رہتا بلکہ واجب ہو جاتا ہے۔ (مولانا ابوالکلام آزاد) ۶۵

ہندوؤں کے مذہب کی رو سے شہر اللہ کو دیوادی و جہت و طاعت عوفی میں بیع دینا گرجا نہیں قرآن پاب میں اس کی حاجت نہ دیتی ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے نہایت سخت وعیدیں مذکور ہیں، یہی حالت میں یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ گائے کی قربانی سے جو بچے و لہجہ جمعہ میں شعائر اللہ ہمارے ہی حق ہونے کے علاوہ شعائر دین سے ہے، ہم اس مانع پر دست بردار نہیں ہو سکتے کہ اس کے عوض میں ہمارا ہم سے خوش ہو کر ہمارے بہت سے سیاسی مطالبات کو تسلیم کر لیں گے یا کسی خاص مسئلہ میں ہمارا ساتھ دیں گے۔ (مکتوبہ مولانا عبد القادر بدایونی) ۶۶

یہ خیال کہ محض ہندو کی خوشی حاصل کرنے کے لئے اس (گائے) کی قربانیاں کرنا مقصود ہے، اس کی خوشی حاصل کرنا تو کوئی جرم نہیں، تو اس

حق تعالیٰ کی بار نشانی کے مقصد میں کسی کی رضا کی طلب جو کسی حرم سے،  
 اور اس کے انھیں متجاہد ہے کہ آپ خدا کا نور ہے، پوری طرح خوش  
 بھی نہیں ہو سکتے کہ حقیقت میں الہی صورت کا ہے۔ قرآن کا ہے مطلب نہیں  
 بلکہ یہ ہستی الہی، اسماء افعال و صفات سے بنی۔ یہاں قرآن و کلام  
 تعالیٰ کا وہ دو موں سکھروں کا بنی الہی ذاتی نام میں ہے کہ تم کسی طرح  
 کا فوہ چاہو۔ (مفتی عظیم ہند حضرت شاہ مظہر امجد علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۶۷

فی الواقع گاؤں کشی ہم مسلمانوں کا یہی نام ہے۔ یہ کام ہماری  
 مہرک کتاب کلام مجہد رب، درباب میں متعجب و جگہ موجود ہے، اس میں ہندوؤں  
 کی مدد اور پنی مہی مصرت میں پوشش اور قادیان و مدثر نہ کرے گا  
 مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہو۔ (امام احمد رضا فاضل دیوبند کی قدس سرہ) ۶۸

یہاں اس بات کا تذکرہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فقہ گاہ کے  
 متعلق یہ سب حوالے مولانا مین نہایت دیوبند کی فاضل انوار علوم ملتان کے مقال  
 "تحریک نند و گاؤں کشی اور امام احمد رضا فاضل دیوبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" سے  
 ماخوذ ہیں جو عظیم اس مسئلہ سے ایماء پہ لکھا گیا تھا۔ "الہی سے علم، ایمانہ"  
 نقول للسید "۱۰ ہور و مہر ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی ہے ۳ صفحات کا یہ مقالہ مگر  
 کتابی شکل میں شائع ہو جائے تو اس سے کئی شکوک و شبہات کا یہ ہو سکتا ہے۔

جیسے اہل سنت سے بچے مقدمہ میں خریب حدوت و ترک مہرت کے  
 وراں مسرہ گاہ کی تقابلی پیش کیا ست، قوم پہنت مویجہ سے غیر اور  
 اور یہ قدم سے رعشہ دین مدام و جچھے وے نقصانات اس مسئلہ میں

فاضل دیوبند کی وراں سے اتفاق کے موقف کا جہاں تذکرہ یہاں سے چند قصاصات  
 آپ بھی ملاحظہ فرمائیں

۱۹۳۰سویں صدی کے آغاز تک، ہر عقلمند بہت و ہندو کے مطلع سیاست پر  
 ہندو میڈروں کا فرد و سوخ آفتاب و دشمنان میں کر چمک رہا تھا، گاندھی کی ادب  
 پوش سیاست نے ہندو مسلم شمول کے پروے میں مسلمانوں کو سیپی، دہلی اور  
 تہذیبی اعتبار سے قاش کر کے رکھ دیے جو مصوب تیار تھے ہست  
 رعماء الہی سے مضمرات سے بد وقت آگاہ ہوئے تھے تاہم جانے یہاں سے بعض  
 حلقوں میں اس پر شدید اضطراب محسوس ہوا تھا، مگر چند دوسری طرف بھی  
 علامہ کی ایک کثیر تعداد تھی جو اپنے ہر اس و کتاب اور تبلیغی اوروں کی تمام  
 قوتوں سمیت ہندو میڈروں کی دعوت پر بیک کہہ رہی تھی اور ہندو مسلم اتحاد کی  
 سے میں بچے بنی و می شعراء۔ معاملہ میں بھی مزدوری، انھوں جاری تھی مگر یہ  
 بھی حقیقت ہے کہ علماء الہی کی مفلوں میں سے مردان حق موجود تھے جنہوں نے  
 اس طاغوت کے سر پر ضرب کاری لگائی، اس سلسلے میں علامہ بریلی، حضرت  
 مولانا احمد رضا حال قدس سرہ عزیز وراں کے بعض رفقاء مشہور، نامید سید مال  
 شرف ورمو، نامید نعیم مدین مراد آبادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جمعیں) کی  
 جدت، خصوصاً قابل ذکر ہیں ۶۹

۱۰ حضرت مولانا احمد رضا خان قدس سرہ نے اس زمانے میں اپنی معرکہ  
 انوار و کتاب المحجہ مؤتمنہ تالیف فرما دی تھی اس کا حسب دلیل قنات  
 یہ ظاہر کرے گا کہ بعض مسلمان علماء ہندو مسلم اتحاد کے پروے میں دراصل

ہندو تہذیب کی غلامی کے راستے پر گامزن ہو چکے تھے۔

’جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری، پھر تمہاں کی غیرت اور کہاں کی خود رازی؟‘ وہ جس بیچہ جا میں بیٹھی تھیں، مہاراجہ نے اس پر کچھ بول کر کہہ دیا، گندی ہو جائے، سود بیچیں تو دوسرے ہاتھ میں دالیں، پیسے میں تو دوسرے ہاتھ میں غیرہ پیش کر کے اس پر رکھو میں اہاں تک حکم کرتا ہوں جس میں اور تمہاں جسوں کو مقدس مقام سنت ہند میں سے جادو تمہارے ہاتھ پر رکھے گا۔ وہاں ال نے کہہ دیا، پھر کر دیا، تو اس کا حق سے کیا کہنا جس پر ”حبیب اللہ“ یحییٰ و یصم کا رنگ بھر گیا۔ سب جانے دو، خدا کو منہ دکھانا ہے یہ ہمیشہ مشرکین ہی کی چھٹائیوں میں رہنا ہے جو دھتور تو یوں کہ کوئی قافلوں مثلاً عدم سے یہ سادی تہذیب یا سادی حکم میں سے نئے مسجد میں سے یہ سادی کی جہاز تھی کہ خود سر مشرکوں، انجمن صحت پر سٹوب کو مسلمانوں کا وعظ بنا کر مسجد میں سے جانا۔ مہاراجہ نے کہا؟ سہاواں؟ بیچے ہر کر کے اس کا وعظ سا؟ کیا اس کے جوان کی کوئی حدیث یا کوئی فقہی روایت تمہیں مل سکتی ہے؟ حافظ نام حافظ اللہ نصاب کیا یہ اللہ اور سب سے آگے بڑھنا، شرع مطہر پر افتراء گزھنا احکام حق و اللہ بدلتا، سوز کو بھری پتا کر گھٹانا ہو گا۔“

انہی فاضلہ بیوی کے بیان فرمودہ حقائق کی ایک جھلک میرے دوست سے بزرگوں اور دوستوں سے اس وقت دیکھی کہ گروہ علماء نے مسٹر گاندھی کو جامع مسجد شیخ خیر الدین مرتسریں، سر مشرکوں پر فضا اور خود اس کے

قدوں میں بیٹھے اور یہاں گئی کہ ’اے اللہ! تو گاندھی کے ورثے حاد میں بد قرآن‘ (مترجمہ)

ہاں یہاں تک ہی نہیں رہی تھی، اس وقت کے ایک جدید عالم نے یہ کہہ دیا،

عمر سے کہہ بآیت و حدیث گدشت  
رفیق و شاد است پرستہ زردی  
پہ بہت سے یاد ہے یہ تو بہ فضاں گمانی کہ

”ربانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہو سکتا مگر تم ہندو بھائیوں کو مرضی کرو گے تو خدا کو مرضی کرو گے۔“

بھائیو! خدا کی مرضی کو مضبوط پکڑو، اگر ہم اس مرضی کو مضبوط پکڑیں گے تو چارے دین ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے مگر دیا نہیں ضرور ملے گی۔ ایک جیسے میں یہ کہا گیا

”اے اللہ! ہم سے ایک نیک کام ہو گیا ہے کہ میں اور صاحبزادہ گاندھی بیٹی بھائی ہو گئے ہیں۔“ (نور ۲۲۶، ۲۲۷)

اس خوفناک سارش کے خلاف سب سے پہلے جس نے صدائے احتجاج بلند کی وہ فاضلہ بیوی کی رشتہ داری اور ال نے صداء نہیے۔ مسٹر گاندھی نے صداء پر جو فحش کر دیا تھا، حضرت فاضلہ بیوی نے اس سرہ کو اس کے قتل کا نذرہ صرف اس وقت سے غول ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی وقاات حسرت آمیزت کے وقت جو اصبا ارشاد فرمائے، ان میں سے بھی بڑا اثر ہو گا کہ گاندھی کے



بج وکاروں سے بچا، یہ سب سمجھائیے ہیں، تمہارے بیان کی تاک میں ہیں، ان کے حصوں سے اپنے بیان کو چھانڈو۔

ہذا مورانا سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ معزز، حضرت مورانا احمد رضا خان لودھی مرقدہ سے ارشد خط نویس سے تھے۔ سوں سے بھی ۹۲۰ء کے لگ بھگ "حدیث حاصہ" کے عنوان سے ایک مقدمہ تحریر فرمایا تھا جس میں تریوں کی عظمت کے بتائے مشکلات، نے اور اس کے ساتھ بڑے عظیم مسلمانوں میں درود کر کے ایک سر پرید روح نے جو ہیں منظر ہیں تھے جوئے یک دمہ اور مباح طر بمصر کی طرح حالات کا چارہ یا ہے اور مسلمان پیدروں کو ان کی حدود و قیاس پر مشتبہ کیا ہے۔ ۷۲

سب حکیم اہل سنت کی تحریر سے، خواہ درج بالا فتاویٰ کی مختصر تشریح و توضیح کا حلقہ فرمائیں

تحریک خلافت کے دوران مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی سے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا، وہ وہ ہندو میڈر تھا جس نے علیٰ احوال مسند خلافت سے قبال درجہ عقیدت اور رسی و اسکی کا اظہار کیا، ہر قسم کے تعاون و یقین دہانیاں اور بے ہم نہ ہوئے کو بھی یہی رویہ پایا، یہی پروردہ تلقین کی لیکن یہ تصور پایا، اس کے اصل عزم ہاتھ اور تھے در حقیقت وہ تمام مدد پسند مکتبہ ترقی کے نظریے کو دلوں سے نکال کر نے مسلمانوں کی نفرا دیت قسم کرنے اور ان کی بدست یک ہندو ریاست قائم کرنے کا عزم ہندو تھی، اگرچہ یہ حواس شرمندہ و تعبیر ہو رہے ہیں مسلمانوں میں

فتنہ و انتشار پیدا کرنے اور کئی مسلم رہنماؤں کو اپنا ہم نو بنانے میں کامیاب ہو۔  
ہندو پنی روایتی شک نظری اور سلام دشمن سوچ کی وجہ سے توحید خلافت کے ساتھ ہمدردی دکھانے کے ساتھ نظر نہیں آ رہے تھے ہندو مسند گاندھی کی روایتی نگاہیں، انہیں نہیں کہ مسلمانوں و ہندوئی افکار و نظریات سے ہشت برے ہو، انہیں گاندھوں فلسفہ نور حق سے سے اپنے رتبہ کے ہاں ہتھیں موقع تھا جسے وہ کسی قیمت پر عموماً نہیں چھوڑنا تھے، ان کے ہندوئوں کی توجہ کی جانب مبذول کرنے کی خاطر تحریک ٹرک مہم کی شروعات سے ہندوئوں کی دین، مسند گاندھی سے بے ہم نہ ہوئے یہ بات دہل شین سے دہل شین کی تحریک خلافت کی غیر مشروط حمایت ہی کو بحث اور تحریک تربیت سے متاثر ہوا۔  
مقتصد پید سب میں سو، ج حاصل رہا ہے، پروردہ ہندوؤں سے طہیال دیا گیا کہ مسند خلافت کی حمایت محض دہائی جمع خرچ تک محدود ہوگی، اصل مقصد تو مسلمانوں کا شیرازہ بھیرنا اور انہیں قربانی کا بحر بنا کر ہندو راج قائم کرنے کی راہ ہموار کرنی ہے اور ساتھ ہی وسیع پیمانے پر پودہ پیکار بھی کیا گیا کہ تمام ہندوستانی باشندوں کا ایک چلن دو کاٹھن کر گھر پر اس کے خلاف کھڑے ہونا تمام مدد پسند کے برویک فرض عین ہے اور جو بھی مسلمانوں کو علیحدہ قوم بنانا کر اس اتحاد میں روڑے لگانے کی حدایت کرے وہ انگریز کا چلو اور بحث ہو گا۔  
طرح سے جو غیر فوری اور غیر شرعی اتحاد ہے اس سے مسند گاندھی قوم پرست مسلمانوں، ہندوؤں و متفقہ رہے سے ایک ساری تحریک خلافت اور تحریک تربیت سے دووں کا صدر منک ہو۔

مولوی حسین احمد دیوبندی کے صاحبزادے مولوی محمد سعد کے خیال کے مطابق مسٹر گاندھی کو قادیان نامہ سے کسی تجویز مولوی گھور سے پیش کی تھی۔ ۳۷

مختب قائم چونکہ اس وقت بالکل غیر معروف تھا، اس لئے قومی سطح پر اسے متعارف اور ”مہتمم“ کے عہدہ پر فائز کرنے میں مسلمانوں کے دلوں میں اس کی عظمت بڑھانے کی خاطر ملک گیر اردو اور کشمیری رسالوں میں اس کی تعریف نے خاصیت کے ساتھ جاریہ تاریخ سماجیات میں جاری رہی۔ گاندھی کے لئے ایک کروڑ روپے جمع کرنے کا فیصلہ ہوا تو اس مقصد کے لئے مسٹر گاندھی کے دوروں کے مصارف بھی مجلس خدافت نے ادا کئے۔ (۳۷)، اس دور میں یہ قادیان گرچہ علی، عدالت لکنا پھر تاتھا کہ ”سورتنی پاچا پر میری مدد ہے (۳۸)“ لیکن خدافتی مولویوں کا صراحت تھا کہ

گاندھی جی کو حیدر کی حد تک تو مسلمان تھے اور خدائے وحدانی کو خالق، کارساز اور حکمران سمجھتے تھے۔ صلہ رحمی و مروت انہیں مستند دینی میں رہا۔ ۳۹

☆ مسٹر گاندھی نے قرآن پاک بڑی حقیقت کے ساتھ پڑھا ہے، مجھے یقین ہے کہ وہ اسلام کی حقیقت کا قائل ہو چکا ہے لیکن اس کے دل کا غرور اسے یہ حد تک کرنے سے روکے ہوئے ہے۔ ۴۰

☆ مہتمم گاندھی سچے خدا کی پرستش کرتے اور حق پر جان دیتے ہیں۔ ۴۱

گاندھی کے حامی ”علماء“ نے ہندو مسلم اتحاد (۱۹۱۷ء) اور ہندو نہیں بلکہ

صرف انگریزوں سے ترک رسالت کے فتوے دیئے (۸۰)، مولوی مدد کر فتوے میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ایسے تعلیمی اداروں کا ہیکٹ کریں جو گورنمنٹ سے مدد لیتے ہوں، اس موقع پر مسٹر گاندھی نے خود سامنے آنے کے بجائے قوم پرست راہنماؤں کو ”سے کرو یا نور جہاں ضرورت محسوس ہوتی، خود بھی پہنچ جاتے، پسند حملہ علی گڑھ یونیورسٹی پر کیا گیا، ہوا نکلام کرو اور علی گڑھ میں نے طلبہ کو تعلیمی ہیکٹ کرے کا مشورہ دیا، انکس چا شلر! کٹر سیاہ الدین نے سلطنت عثمانیہ اور مقدس مقامات کی حفاظت کی پر رونا تارین لیکر مسلمان طلبہ کو تعلیم حاصل کرنے سے روکنے کی سخت مخالفت کی، سختی، شش کے طور پر مسٹر گاندھی نے بھی یہ نفس نفیس ڈاکٹر صاحب سے ملاقات میں وہ بھی انہیں قائل کرنے میں ناکام رہے۔ (۸۱)، اس طرح علی گڑھ یونیورسٹی ”چھ“ و ”د“ نہایت ہو لیکن جن طلبہ کو گراہ کر بیٹھا نہیں متحدہ قومیت کا سبق پڑھانے اور طلبہ مسٹر گاندھی سچا ہندو تائی بنانے کے سے جامعہ ملیہ کی تعلیم رکھی گئی اور اس ”مبارک“ حکام کے گفتگو کی حد کی صدمت کے سے مولوی محمود حسن، جسٹس مرگ پر پڑے تھے، خود تشریف لے گئے۔ ۸۲

☆ مسٹر گاندھی ”رحماتی بیڈروں نے مسلمانوں کی ایک اور تعلیمی رشتہ نگاہ یعنی سندھیہ کالج، ہونہ کو پناہ نشانیہ بنایا، وہ انگریزی قابل مشہور زمانہ فارغ علمہ قبائل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دانشور، عاشر تبار سے چھ، مصور پائنتاں ”علمہ قبائل ایک علم دوست سہاں تھے، پھر نہیں پہنے صوبے کے مسلمانوں کی تعلیمی مہتمم کا حد درجہ قائل تھا، ۸۳ جانتے تھے کہ وقتی علم فالان کے سے اظہار سے

مذہب کا جو چاہیہ تھا وہ مسلمانوں کی تعلیم کا ستون تھا۔ "حقاً مجھے گا" دیوس بھی وہ  
صوبی طور پر تحریک (ترک موہن) کے موافق نہیں تھے۔ (۸۳)۔ یں ۔  
ہے کہ اسلام کا بچ کو نسلوں نے اس تحریک میں سرگرمی سے شامل ۔ ۱۰  
دیا۔ ۸۴

جہاں تک ہندوؤں کی بنارس یونیورسٹی کا جیوں اور سکھوں کا تعلق ہے  
تو سچہ نظام مسٹر گاندھی اور ان کے جنس مسد سب سے بھی بہت میں یں  
پر پگنڈہ رتے تھے کہ تحریک ترک موہن کا لقاہ یں سے کہ ہندو طلبہ بھی  
تعلیمی اداروں کا ریکاٹ کریں یں اور پوہ پوہ سے ہندو یوں کی شے  
تکے ہوئے تھے۔ "ایک طرف علی گڑھ میں روز مشر کا ہاں تھا تو دوسری طرف  
دہندوؤں کی بنارس (یونیورسٹی) میں موت کی خاموشی چھائی ہوئی تھی، ہندت  
مالویہ نے (بنارس کی ہندو) یونیورسٹی کی حدود میں نہ صرف علی گڑھ ران کو چھ  
گاندھی کی بھی تفریک نہ کرے "اور ہر شہر جو علی گڑھ میں بیٹھا تھا  
یہاں قطعی سرد تھا، گاندھی جی نے صرف یہ کہ کر "مالوی جی نہیں دانتے"  
ہو جنوب پر مہر سکوت لگائی۔ ۸۵

کسی بھی اسلامی تحریک کے ہر نتائج اس وقت ہی سامنے آسکتے ہیں  
جب اس کی باگ ڈور کسی صحیح عقیدہ اور دل میں خوف خدا رکھنے والے مسلمان  
سے ہندو یوں غیر مسلم کو قائم دنا یا چاہے تو مقصد ہے عدم نیکی اور سچے  
مدنی معاشرت و مزاج دینے کی سوچ کے باعث وہ تحریک کو صحیح سمت میں چلانے  
سے کام ہو گا اور عقیدہ گاندھی کے نام اور نقصانات بے شمار پہنچنے کا خدشہ برقرار

رہے گا۔ تحریک عدالت کی حالت کا شکار ہو گئی، مسٹر گاندھی جو جس تحریک  
سے قائم ہوئے تھے گئے تھے گرچہ دیاوی کاٹنے سے ان یں ہر سب سے ہندو تھے،  
ان نے ہندوؤں کو سیاسی طور پر متحد کر دیا، ان یں مسلمانوں سے لڑنے کی ہمت  
پیدا کی، ان یں ہندوؤں کی اکثریت کی قوت کا سب سے ہندو ہندوستان میں  
ہندو راج قائم کرنے کی رغبت دلائی لیکن وہ کسی حفاظت بھی مسلمانوں کے لئے  
بہتر قائم نہ تھے۔ ۸۶

تحریک عدالت و تحریک ترک موہن کی قیادت سنبھالتے ہی مسٹر  
گاندھی نے یہاں ہندوؤں کو شش کی کوشش کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے کفر  
سے نفرت کا جذبہ ختم ہو جائے، ہندو مسلم شہ کو فروغ دینے کی خاطر بعض  
خداؤں یں سے ہندوؤں کے لئے مسرت، نئی شروع دی۔ (۸۷)  
ان یں نئی لہر پیدا ہو گئی، ان یں مسلمان یں غریبی جیسے گئے اور  
خاتمہ خوں بھی کی گئی۔ (۸۸)۔ ہندوؤں کے مذہبی جہوں میں مسلمان بھی  
شرکت کرنے لگے اور شری رام چندر جی کی جے کے "نئی" گاندھی جی کی جے  
اور "ہندو مسلم کی جے" کے نعرے بھی لگائے چارے تھے۔ ۸۹  
مومن شرف علی تھالوی کہتے ہیں۔

جے کے عربے لگائے پیشانیوں پر نقشے لگائے ہندوؤں کی اور تھیلوں  
کو کندھا دیا گیا۔ م سیکلا وغیرہ کا نظام مسلمان والٹر یوں نے کیا، یہود و لود کفر پر  
ظلمت ہے کہ اگر نبوت ختم ہوئی تو لڈ ہندو (مسٹر گاندھی) ہی ہوتا، کیا  
خفا تہ بیت ہے۔ ۸۹

مبغصبت مد یذرو سوائی شرو و حائند کو چا مع مسجد رملی میں ممبر نمونی چ  
 افی کر تہ یذرو سوائی (۹۰) مسجدوں میں محاسن میں مدوول و شہر یاب یا گیا۔  
 (۹۱) مال چاہوں میں سے بعض کی حد رت مدو یٹے تھے۔ (۵۲) موں  
 مدو یٹے کے بعض حصہ سے پہلے مدو یٹے کے حصہ سے حصہ کے حصہ کے  
 (۹۳) مخالف مدو یٹے کے حصہ سے حصہ کے حصہ کے حصہ کے  
 قمر شہر میں شہر کے حصہ سے حصہ کے حصہ کے حصہ کے  
 قسم کی حصہ میں حصہ کے حصہ کے حصہ کے حصہ کے  
 ال شہر مدو یٹے کے حصہ کے حصہ کے حصہ کے حصہ کے  
 مدو یٹے کے حصہ کے حصہ کے حصہ کے حصہ کے

قوم پرستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ  
 وہ مسلمانوں کو بھرتے کر جائیں۔ یہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کو  
 چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو بھرتے کر جائیں۔ یہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کو

”مسلمان بیٹا، اسے تحریفِ حجّت شروع“ کے پی حصبِ عربی  
 جو ثبوتِ ریادہِ نبیت میں جسکی اور قابلِ فہم سے مراد مسلمان  
 اپنے پیڑروں، ”مواہبات کے وعظ و تبلیغ سے متاثر ہو کر اپنے گھر  
 و سرگرمیوں اور اپنے چار و پنج رشتہ داروں کی طرف چلا آئیے“ اور  
 اس پھر ہی کے بعد لفظ ”جسبِ عربی“ کے ذریعہ اس تحریف  
 میں گامِ مہی صاحب کے ”مسلمانوں کو پیچھے ٹھوکنی تھی، مگر مسلمان

۱۔ پس کہتے تو نہ کہ تھو مدہ ہو ناکہ اس کی تھو نہ ہو جہاں تھر  
وہ تھی نہ ہو اور مسبب سے نہ تھجیبہ سے نہ کٹر اجھرت نہ ہاں مہار  
نیس پیشے پیٹھے مدھی کا کام کرتے رہے کہ جو یہ سے کھے روایہ ۹۶  
اس سار کی جدو بد کا قید پورہ کہہ ہو تر سار ہنہاں سے نو عافت  
کا حاتمہ براپا اور ایک پھ تشدد و قعد و ہما ہما کر مسٹر گاندھی نے کسی قوم پرست  
مونی یا ہنر سے صدقہ مشورہ سے بغیر ایک ترے مو سے سہا تھے کا  
عداب براپا یہ ہوئے تب وقت نیل میں نیلے وہاں سے ہوں سے حقوں حفظ  
چھہ جس کی تصدیق سے ہوئے مسٹر گاندھی سے ہا

۱۰۰۰ گیل میں ہیں، ۵۰۰ سولہ حیثیت سے مرد وہیں اور ان کو کوئی حق نہیں۔ ۵۰۰ والوب کو مشکو ۱۵ میں۔ ۹۔

یہ مکرر مصنف نے حیاں کا ہر پتہ "نخریب ترس" میں بتا دیا ہے۔  
 اس ناموں کے رجسٹر میں کارروائیوں سے کوئی مفید نتیجہ حاصل ہے بغیر  
 ہندوستان لائبریری اور پرائیویٹ سے رجوع کر کے۔ ۹۹

تخریبِ خلافت و تخریبِ ترکِ مسلمانانِ مخالفت سے سلسلہ میں علامہ  
قبولِ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رشتہ صحیحاً شب ہو گیا ہے، تو یہ عظیم محمد علی  
حنابلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی الگ تھوڑیوں کی شدت سے مخالفت ہے۔ (۹۹)  
اب سے عا وہ ہام احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احمد مدنی علیہ اور ان سے مرسلہ  
عیام و مشایخ نے مسلمانوں کی بروقت رہنمائی کر کے مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی و  
درپاؤں سے چھینا۔



حضرت صدر، فاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

”سلطنت، سدھیہ کی تباہی و بربادی اور عقائد مقدسہ پر مبنی مضامین اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانا ہر مسلمان کو پتی اور اپنے جان و مال کی تباہی و بربادی سے زیادہ اور بدتر و جہاد پر مشافقت اور گراں ہے اور اس صدمہ کا جس قدر بھی درد ہو کم ہے، سلطنت سدھیہ کی احاطہ و وحدت، خادم بھرپور کی نصرت و بدر مسلمانوں پر فرض ہے لیکن یہ کسی طرح چارہ نہیں کہ ہندوؤں کو مقلد بنایا جائے اور دین و ایمان کو خیر باد کہہ دیا جائے، اگر لٹائی ہو تاکہ مسلمان بناتے اور ہندوؤں کے ساتھ متفق ہو کر رہے، درست ہے، لپکارتے، مسلمان آگے ہوتے اور ہندوؤں کے ساتھ جو کر لیں کی موافقت کرتے تو سبہ جاہ تھا لیکن وقت یہ ہے کہ ہندو مام نہ ہوئے آگے آگے ہیں، کہیں ہندوؤں کی خاطر قربانی اور گائے کا رچہ ترک کرنے کی تجاویز دیاں، حق میں ال پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں، اسلامی شعائر مثلاً کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں، کہیں پیشانی پر تشنہ کھینچ کر کلمہ کا شعاع (نریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دوستی و برادری جاتی ہے، کروڑوں مسلمانوں کو دین پر فدا کی جائیں مگر دین کو کسی سلطنت کی طمع پر قربان نہیں کیا جاسکتا۔“

حضرت قیام عام (پیر علی شاہ گوتروی) قدس سرہ نے ہندو سے موبائیت سے جوڑ کا نکال فرمایا کہ یہود اور مشرکین کی عداوت قرآن شریف میں صریح مذکور ہے، پس ترک موالات ہندو اور گھریلو اور یہود سب سے ہونی چاہیے عریق اور ریح، مریخ نصیب ہمیں یہ آپ بے کھڑے سماں، تسلیم نہ کیا اور فرمایا کہ فقہ اور یہاں دنیا میں ایسا ہی حکم میں درج گاں قبح است و آپ بے ایمان یا گناہ کی خوبیاں اور فضیلت مذکور ہے، اس طرح آپ نے گاندھی کی قہار قوت کو تسلیم کرنے سے انکار فرمایا جس کی وجہ سے سب ہندو آپ سے ناراض ہو گئے۔“

حضرت میر علی سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ خادم لٹشی حاج الدین احمد تاج مرحوم ہندو ذہنیت کا تجزیہ کرے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

”ہندوؤں کے ہاورچی خانہ میں مگر کتا چلے جائے تو ہاورچی خانہ ناپاک نہیں ہوتا لیکن اگر مسلمان کا سایہ بھی پڑ جائے تو ہاورچی خانہ ناپاک ہو جاتا ہے کیوں کہ مسلمان پیچھے ہر گھبرے، ایک ہندو صوفی کی دکان پر جا کر مسلمان ایک ویل بھٹی کی طرح سوداگر بنے اور کسی مسلمان کی مجال نہیں کہ ہندو کی کسی چیز کو ہاتھ لگائے۔“ ۱۰۲

اس ذہنیت کے لوگوں کو متبرہانی پر اٹھانے کی جہارت کرنے والے قوم پرست ہندوؤں اور مولویوں پر گرفت کر کے ہونے پر دیپس مولانا سید محمد شرف قطر ہیں

”مسلمانوں اور انصاف سے کام لو، تم نے مساجد کی کیسے ہے حرمتی  
 پہنچا تقویٰ سے کی ہے، کہا مسلمانوں کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ غصہ  
 و ناپاک کا مسجد میں جانا شرعاً سخت ممنوع ہے۔ اہل ہنود کے لئے سبب  
 میں ہر مسلمانوں کے وجود کے اور کوئی شے نہیں، عداوت و حسد  
 کفر و شرک کے وہ، مگر نجاست خدا برائی سے آلودہ رہتے ہیں اور  
 انہیں تمام مساجد میں لے گئے، منبر یا منبر جو ساری مسجد کا ایک ممتاز  
 مقام ہے، اس پر تم نے ہنود کو جگہ دی، تبلیغ و بدعت کے لئے ان سے  
 مصر دے گئے، ذرا ایہاں کو سامنے رکھ کر کہنا کہ منبر کس کی جگہ تھی اور  
 اس پر سے کس کی حمد کے تلقین و تبلیغ بند ہوئی تھی اور تم نے اس  
 عظمت کو کس پیر روی سے پاہاں کیا، ہنود مساجد میں توحید کی آواز سننے  
 اور مشرکانہ عمل کی خطاکاری سمجھنے اور بدعت پانے کے سے اگر  
 جانتے پالے جاتے تو مسوا اور خطاکاری کا ایک سہانہ بھی تھا لیکن  
 خاص خاص خدا اور توحید کے مظل میں مبلغ کی حیثیت سے ہنود کو  
 سر بندی چٹنا اس صدی کے بد عیان مدام کا خاصہ ہے۔“ ۳۰

تیسری بات نے ان کا جواب دیتے ہوئے تاج محمد و موصوفہ محمد عمر  
 بھی، حمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے تحریر فرمایا

”وہ کوہ سی بات ہے جس کی وجہ سے علوانے سدھ گور نمٹ کے  
 تلخوار رہا سمجھے گئے؟ کیا شحاتر سدھ کے بیٹے سے رہی نہ ہونا  
 مسلمانوں کو مرسم شرب میں ہنسی ہونے سے روکنا، یہ خاص

گور نمٹ کا کام ہے یا اس کے عداوت و گور نمٹ کو کوئی مدد پہنچا رہے  
 میں مگر حقیقت یہ ہے کہ خود غرض خوب جانتے ہیں کہ علوانے کج  
 روی اور ہے۔ ہنسی کی کبھی حمایت نہیں کر سکتے، اس لئے وہ اپنے  
 غرض کو پورا کر کے گئے لئے عوام کو علوان کی طرف سے بد نظر کرنا  
 ضروری تصور کرتے ہیں۔

جب علوان کی آواز عوام تک نہ پہنچے اور ان کو گور نمٹ ہی آدمی سمجھ کر کوئی  
 ان کی بات کاں لگا کر نہ سنے تو بھر گاندھی اور ہنودوں کا جادو چل جانا  
 کیا مشکل ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنے شعائر مذہب سے بچانہ  
 اور ہنودوں میں جذبہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔“ ۳۱

موصوفہ ریحیہ پر امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کا فتویٰ  
 حرب سخی بیٹ، حنا سے اس کا ایک فتاویٰ حضرت حکیم بل سنت رحمۃ اللہ  
 تعالیٰ علیہ سے ہے۔ میں نقل یہ تھا جسے ہم پچھلے صفحات میں پیش کر چکے  
 ہیں۔ مزید صاف کے سے چند فتاویٰ اس پر یہ قار میں ہیں

”مشرک کو پیشوا نہ ہو۔ آپ جس روئے جو وہ کہے، اسی میں قرآن  
 حدیث کی تمام عمر اس پر گزار کر دی، ترک مہذبت کا نام بدنام اور اللہ کے دشمن  
 مشرکوں سے دود، محبت و اتحاد بلکہ عداوت و نقیاد۔۔۔ یہ تو صراحتاً سلام کو کند  
 چٹری سے دھڑکتا ہے، اس کا نام حمایت اسد مرصا اس رجب صریحاً معطل و عو  
 ہے۔۔۔ قوموں نے سرے سے کلہ ہی کو شہ کر با۔ نے خالق کو شہ دیا، نہیں نہیں  
 بلکہ جس پشت چٹیک دیا مشرکوں کو۔“ ۳۲

ماقوقہ بنایا، بلکہ مبعوث من اللہ بنایا اس کی ہرج خدیجہ جعد میں دخل کی، اس کی قریب میں ۵ مری کا مصرعہ "حاشا" تھا تو وہ ٹاٹے سے لگا ہوا کھرو کفریات سے اس سے بھرا رہا۔ ۵۔

☆ مسرت مطلقاً ہر کار، ہر مشرک سے حرام ہے، مگر چڑھی مطبق مامور ہو کر چہ پلایا پلایا تھا، قریب ہو ۶۔

☆ اگر سب مسلمان زمین لریاں، تمہاری نہیں، لو! یاں تمام حقائق غیر چھوڑیں تو کیا تمہارے شہری جہاد و حمد نہ ہو بھی یہاں کریں گے اور تمہاری طرح نوے ننگے بھوکے رہ جائیں گے حاشا ہر گز نہیں۔ زہار نہیں اور جو عوی کرے، اس سے بڑھ کر قاب نہیں مکار نہیں، "تجدود واد کے بھونے بھروں پر ہوئے ہو، مناقہ میل پر پھوٹے ہو، سچے ہو تو سوز نہ دکھانا کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو ادا ہر پچیس ہندوؤں نے لو کر لی، تمہارے رہینداری پر چھوڑ دی ہو کہ یہاں سے دست کشی یا اس سے بھی کم ہے مگر نہیں، صافستے تو کھل جائیں۔ ۷۔

☆ اب تھا جو کچھ کہہ دیکھا جو سنا، تمہارے۔ ۸۔

☆ وہ احاطہ و اخذ مداد اگر نہ کسی امر خلاف سلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منہ تو اس کے جو زمین قادم نہیں ورنہ ضرور ناچا کر و حرم ہو گا مگر یہ عدم جو اس شرط یا رزم سب سے ہو گا، نہ برائے تحریم مطلق معصیت، جس کے لئے شرع میں صدمہ نہیں اور خون و لعین کی طرز عمل ان کے مذہب و عوفی پر شاہد، ریل، تار، ڈاک سے شیعہ کیا معصیت نہیں فرق یہ ہے کہ خدا مداد میں مال پینا ہے اور ان کے منہ میں دینا، جب کہ مقاطعت میں

مال و مینا حرام ہو اور پینا حرام، اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل، تار، ڈاک اس کی ملک میں ہمارے رہا ہے سے ہیں، بحال ہندو تعلیم کا روپیہ یا انگلستان سے آتا ہے وہ بھی نہیں کا ہے تو حاصل وہی ٹھہرا کہ مقاطعت میں یہ مال سے بچنا شروع اور جو واقعہ ہونا شروع۔ اس کی قتل کا یہ علاج۔ ۱۰۸۔

☆ حکیم اہل سنت نے تحریک خدوت و ترک مولات کے متعلق جن حقائق کا شمار فرمایا تھا، ال پر تشریف سے مدخلہ فرمایا۔ بیکار صاحب دہلی اور سڑیو سے چند قتیحات پیش حد مست ہیں جس میں تحریک پاکستان کے چند چشمہ دید حارثت و قعات کا تذکرہ کیا گیا ہے

☆ حضرت مولانا (محمد رفیع) بریلوی نے گاندھی کے فسوس کو توڑنے میں جو کوششیں کی تھیں اور اپنے رقاء و حلاء میں مدد میں نرمست کی تھی اس کا نتیجہ ہے کہ حضرت کے تلامذہ خلفاء اور تبعین سے تحریک پاکستان کا پڑھ کر حصہ ہوا حضرت کے حلقہ میں سے صدر اہل فاضل مولانا سید محمد نعیم مدنی اور حضرت سید محمد محمدت چھوچھو مدنی رجمہا سے تحریک پاکستان کا مہیا رہے کے لئے آپ مذہبی کا مدرسہ دیوار لکھی اور پاکبہاد کے سر شہر میں سائنس میں قائم ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں ان میں تائید تحریک پاکستان کی خاطر ایک کانفرنس منعقد کی جس میں پانچ ہزار کثیر تعداد میں علماء و مشائخ شریک ہوئے اور سب سے پاکستان نامہ سے بے پٹی مدگیوں کو وقف کر کے عہد کیا۔ مولانا مولانا کوادنی تو حارثت تحریک پاکستان میں اس قدر سرگرمی دکھا

سے تھے۔ صرف مثال بحال ہاں مودنا اپنے ایک خط میں مودنا ہوا حضرت  
تادری علیہ الرحمۃ کو لکھتے ہیں

پاکستان کی تجویز سے "جمہوریت مسلمہ" (آل انڈیا کی کانفرنس ۵  
دسمبر ۱۹۴۷ء) کو کسی طرح مسترد ہونا منظور نہیں ہو جاتا جس  
کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔ ۱۰۹

۱۰۹۔ نامزد علی مسلمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے، اور میں کچھ نیا مثال  
سے بات کام کیا۔ ہمارے دوسرے کے لوجھن اور میں مسلم صاحب کے  
پیچھے جو پڑھنے خصوصی طور پر آتے تھے کیوں کہ مسلم صاحب جمعہ کے خط  
میں قیوم پاکستان کے یہ دلائل دل دل دیا کرتے تھے۔ انہوں نے عام  
دیہاتیوں کو مسلم لیگ کا حامی بنانے کے لئے بڑی سادہ سی بات چہ گئی کہ یہ مسلم  
لیگ ہمیں مدد دے گا۔ "ہاں" میں "ہاں" ہے۔ (یعنی میں ایک خط لکھتا ہوں جس میں) تو  
ایک عام دیہاتی کی سمجھ میں مسلم لیگ کا منشور وضع ہو جاتا تھا۔ ۱۰

حضرت میاں (علی محمد خان چشتی) صاحب قہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
خاموشی سے کام لے لے عادی تھے۔ حیات میں میاں وغیرہ جیچو نے کوہا بند  
فرماتے، بلکہ تحریک پاکستان میں بے مادیوں کے ذریعے بے مریدین  
پاکستان کی مکمل حمایت کے حکامات بھیجتے تھے۔ حضرت شیخ صاحب مکی شریف  
علیہ الرحمۃ ۱۹۴۵ء میں حضرت شیخ شکر قدس سرہ کے عرس پر حاضر ہو کر  
مشایخ کرام سے ملے اور تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے مشورے کرتے  
رہے۔ حضرت میر صاحب مکی شریف نے حضرت میاں صاحب سے بھی

باتات فرمائی اور تقریباً ایک گھنٹہ سے مدد سے تک یہ دونوں بزرگ ایک  
دوسرے سے باتیں کرتے تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد شیخ صاحب مکی شریف کا  
ایک معتقد میر نندہ "مسیحی" یا "سجوا" بیٹھ گئی جس بات سے فوراً روہ اوہ۔ "نکٹلو  
یا ہوئی" اس کا ہی کو علم میں تھا۔ تقاریر میں قریب آئے تھے عقیدت مسلمان اور  
تحریک کے قائدین نے اصرار کیا کہ آپ ایک بیان دیں کہ ووٹ مسلم لیگ کو  
دیے جائیں۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب قادیان (رواناہ) کو، وقت  
میں شروع ہوا تھا مختصر یہ کہ حضرت میاں صاحب سے اپنے صوبہ کے مطابق  
تحریک پاکستان پر رد فرمائی۔ میں اپنی راقی معلومات کے مطابق پورے  
دشوک سے کہہ سکتا ہوں کہ دوسرے کے حقد دیہات (خصیل مرت سے  
جو پوری نصر اللہ صاحب محض حضرت قہر کی وجہ سے منتخب ہوئے اور ہوشیار  
پور سے منتخب ہونے والے ہریانہ کے نصر اللہ خان صاحب تو ان کے تخلص ترین  
مرید ہیں۔ مدھیانہ سے حضرت کے ایک تعلق داریوں کی پارٹی کی طرف سے  
کھڑے ہو گئے در ہوں بے ہر چندہ کو شش کی کہ حضرت میاں صاحب حمایت  
فرما میں مگر یہاں ہوا اور مسلم لیگ میں اور ہمدردی کثرت سے کامیاب ہو گیا۔ ۱  
جب تحریک پاکستان چل رہی تھی اس وقت مرثیہ میں اکثر و بیشتر  
چشمے ہو کرتے تھے میں نے ان جہوں میں اکثر بطور سامع کے شرکت کی، مسلم  
لیگ کے جلسے شامی جس صاحب کے رہے ہتمام ہو آتے تھے جس میں کث  
مودنا عہد ستارہ حال پائی، وجہ نصرت علی وغیرہ ہوا مقرر تشریف آتے تھے۔  
مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مودنا میری قاعدہ شہب تھا ان کا چہرہ، چہل کے قہقروں



سے زیادہ سرخ اور چمکدار و برتانیہ مولانا مقرر ہیں ہی شروع کرتے تو ان  
تین منٹ بعد مولانا کا چہرہ سب سرخ ہو جاتا تھا ۱۲

مولانا (عہد نثار خاں) نیازی کے علاوہ ایک ان سے بھی زیادہ شعلہ  
دیں مقرر ہو کر سر آتے تھے مولوی ظہیر احمد فکر تھے۔ مولوی صاحب اہل  
حیات ہیں رحیم یاد مال صاف تہا میں سے ہیں یہ سب اس کے ہیں۔  
مولوی صاحب اس وقت سے کہ بخیر تھے کی طرح اپنی پندہ کی سیدھے طفلی  
تہا گیلانی بھی بہت تھی تقریریں کرتے تھے یہ آئی اور تھیں، دور والوں  
سے مار دیا میں مگر دیکھ کر سے پوچھتا، وہ مناد وہ مال ہے پر ایسے غایت سے یہ  
صاحب ال سے بہتر مقرر تھے یہ "آگ" پورے منہ سے دے کر کے پٹی شعلہ  
جیالی سے فاکر تھیں اور حراری مقرر وہ کے متعلق میں مسلم ٹیک کی راہ ہموار  
رتے تھے۔ یہ مقرر حراری مقرر وہ کی شعلہ لوی کو خاک میں ماریے  
تھے۔ ۱۳

اس وقت انگریز اور ہندو ہمارے مد مقابل تھے، مسلمانوں کے سامنے  
کراوی اور اسلام کی سر بہداری کا نصب العین تھا جب میرے والد صاحب کا کتب  
خانہ اور دو خانہ سٹھوں نے چل دیا، ہمارا کتب خانہ مقرر کا سب سے بڑا کتب خانہ  
تھا، اس میں ۲۵ ہزار سٹھیں تھیں تو اس وقت لوگ مد صاحب سے ہمارے مسموں  
کرنے آئے تو والد صاحب کے لحاظ تھے کہ جب پائیاں مل جائے گا تو ہم سمجھیں  
گئے کہ ہماری یہ قربانی قبول ہوگئی۔ ۱۴

حکیم مل منٹوں ہاں تحریک پاکستان کی جو کہانی اوپر بیان کی گئی ہے وہ

عاشقہ سہل منٹ سے لیکر ان سے یہ پانچ موضوع پر جو واقعات لکھے گئے اور  
کتب تصنیف دو میں ان کی ہدایت اور ہمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حکیم  
صاحب مرحوم کی یہ شہیدہ دانش تھی کہ کسی قلم کار سے گم شدہ تہا، حق و منظر  
عام پر اس کی جانب خصوصی توجہ دیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ منفقہ وہ  
وہ پورے ملک کی خدمات و جائزے کی توفیق عطا فرماے۔ ہم بھی اس سلسلہ  
میں چند مقرر قلم بردار کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ ایک جانب تو ہمار  
نام بھی حکیم صاحب کی دانش کا احترام کرے والوں کی فہرست میں شامل ہو  
جائے اور دوسری طرف قائلین اس سے درج ہمارا شہادت آسانی سے سمجھ سکیں۔

بعض لوگ مثبت تحریروں کی یہ نشانی دیتے ہیں کہ کسی پر تنقید کئے بغیر  
پے اس پسند ہنماؤں کے کارنامے بیان کئے جائیں لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ  
کتبہ مقابل کے نگارہ نظریات پیش نہ کئے جائیں اس وقت تک ہی وہ  
مشاورت سے دریں کارناموں کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے اس سے  
نہ چاہتے ہو وہ بھی تحریک پاکستان کے مخالف ادا حالی و بھی رہاؤں کے دور  
کا تقابلی جائزہ پیش کرنا ہماری مجبوری ہے ہمارے مقصد کسی کی دلاری کرنا ہرگز  
ہرگز نہیں لیکن چونکہ حالات و واقعات کو صحیح رنگ میں پیش کرنا ایک مورخ کی تلخ  
مدوری ہوتی ہے اس سے جو "شہر" میں شہر میں کرنا چاہیے تھی وہ سب  
دے ہیں کہ یہ مقالہ کسی مجبوری اور جذبہ کے تناظر میں پڑھا جائے۔

مسلم ٹیک کے قائدین ہندو اور انگریزوں سے ہٹنے کے لواہل تھے  
لیکن قوم پرست مولوی ان کے سے درد سر ہوئے تھے یہ حضرت شہر

یہ روئے کی تعریف و توصیف کے میں عقل کے کام میں بیٹے تھے لیکن مسلمان  
سراٹھ میں نہیں کوئی اچھوں طرح نہیں تھی یہ "عقلمند و کلمہ" ہے تھے  
ہذا مسٹر گاندھی نے جنگ آزادی میں اپنی جاں اور ہاں دونوں نیا دی، ہاں  
دوٹی "حقیقت" تھا بدی تمیل اللہ" ہیں اور ہاں فلسفہ و احوالہم کے ہر دوسرا عقل  
بہا متہ سے "رہے ہیں یہ (مسٹر گاندھی) حق و صداقت کا ایک سپہ سالار  
ہے۔ ۵

۱۰۔ مہاتما گاندھی کی رہنمائی پر عوام ایک ایک تیار رہنا کی ہے جس نے  
ہاں تحریک و شہداء و اسی تعمیر کیا ہے اور یہ سے ہم ایک فتح مند مستقبل و  
توقع کر سکتے ہیں۔ ۶

۱۱۔ اس کے برعکس کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن اور محراب  
ہذا قائد عظیم محمد علی جناح کے متعلق قوم پرست مسوویوں کا نقطہ نظر یہ تھا  
ہذا ماجور ایک مسٹر جناح مذہب اسلام اور اہل سنت اور اہل مذہب سے  
نہ صرف مسیحی بلکہ سخت نظر بھی ہیں، نہ ان کی زندگی مذہبی ہے نہ اس بچارے  
نے مذہبی ہونے یا مذہبی قیامت کا دعویٰ کیا ہے، وہ آپ کا مذہب پر ستر ہیں اور  
یہی قیامت کے مدعی اور حو شمد ہیں اور پھر سیاست بھی اس قسم کی جو کہ  
یورپ میں قوم اور ممالک کی ہے۔ مذہبی سیاست سے نہ وہ واقف ہیں اور نہ ان کے  
مدعی اس پر طرہ یہ ہے کہ اصحاب اعرام عام مسلمانوں کو عوام دیتے ہیں۔ وہ  
مسلمانوں کے نام پر قائد عظیم ہیں۔ (مسوویں حسین احمد دہلوی)۔

۱۲۔ سب سے دیر و حیرت کا شین شیخ مسٹر (مسووی مجوس)

ریہند کے شیخ محدث مولانا حسین احمد صاحب مدنی پر ہے۔ ان تمام تحریروں اور  
تردیدوں کے مدخلہ فرہانے کے باوجود مسٹر اور مسٹر جناح کے کفر اور سول میرزا  
کے فساد پر نہیں سب تک یقین ہے، اس کی وہ پی تقریریں اور تحریروں میں  
مسلمانوں کے "کافر" یہ اور کافر بیوی کا رچہ کرتے رہتے ہیں، کوئی نکلا  
کہ ہم نکلا ہیں کیا ۱۸۶

۱۳۔ گھر میں اور مسلم لیگ کے متعلق ان لوگوں کا موصوفہ یہ تھا

۱۴۔ ہمیشہ یہی تہذیب کا گھر میں میں آتی اور پاس ہوتی رہتی ہیں جس کی  
سے مذہب اسلام کے تحفظ اور وقار کو نہیں رہے گئے۔ (مسووی حسین احمد  
دہلوی) ۱۹

۱۵۔ مسلم لیگ کی موجودہ حالت سے جو بہ دہلی پھیل رہی ہے اور جو  
نقصان اسلام اور مسلمانوں کو پہنچا رہا ہے وہ ناگرم ہے تو۔ (مسووی جناح) ۲۰  
تمام ہندوؤں سے نہیں بچ سکتے۔ (مسووی محمد میاں) تمام جمیعت احمدیہ ہند ۲۰  
پاکستان کے بارے میں یہ حضرت کہہ کرتے تھے

۱۶۔ پاکستان قائم ہونے میں مسلمانوں کا سر سر نقصان اور ہندوؤں کا  
فائدہ ہے۔ (مسووی حفظہ) ۲۱

۱۷۔ میری سمجھ میں یہ پاکستان آگئی جائے تو میں فوراً (مسلم) ایک میں چلا  
جاؤں گا لیکن میں پاکستان قبول کرے میں مسلمان ہند کی ست آمیر موت و پھر ہا  
ہوں (مسووی حبیب حسن دہلوی) ۲۲

۱۸۔ ناک ٹانگ ٹانگ ٹانگ کی بات ہے، کسی ماں نے ایسا چہ نہیں جنا جو پاکستان

کی پ بھی ہا یکے د مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری ص ۲۲

جنہ ہمد اس "پاکستان" کو "پلید ستان" سمجھتے ہیں (چوہدری فضل حق

ریکس، حرار ۱۲۴)

ہندوکتوں کو بھونکنا چھوڑو، کاروان حرار کو پٹی منزل کی طرف چلے دو  
احرار کا وطن (مسلم) ہنگ سرب یہ دو کا پاکستان نہیں۔ (چوہدری فضل حق ریکس

حرار ۲۵)

ال دکتوں بوٹر میں آئی کہ وہ اب بھی پاکستان کا نام بیچتے ہیں۔ ع

ہے پاکستان ایک خوشحالی کا نام ہے جو ۹۳۰ سے مسلمانوں کا حق پرست رہا ہے

اور مسلم لیگ ہائی کورٹ ایک تہیہ ہے۔ (مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری ص ۲۶)

پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا

ہے۔ (مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری ص ۲۷)

اس "علاء" کا مقابلہ کرنا آسان کام نہ تھا یہ جو بابا تھیں، تھے

اس کے چند نمونے درج با مسطور ہیں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں یہ ہندو رہا جو

عوی رنے تھے یہ دگ۔ ان کی تصدیق سے نے قرآن و حدیث سے سدراہم

کرکے تھے۔ مثلاً انگریزوں سے ترک مواصلت کے فتوے کی ضرورت پڑی تو

مہوں نے فتویٰ دے دیا بعد میں مسٹر گاندھی نے اس کے برعکس کام کرنے کا

حکم صدر فرمایا تو ایک "علاء کرام" کا گری میڈواروں کو کامیاب کرے کے لئے

میں سہارا نہیں دیا۔ وہ نہ ہوا کاشا سے مصداق بنی علماء و مشائخ

یہ پینچ منظور کرتے ہوئے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہ قابل احترام قائدین

مدان قومی لٹریچر استعمال کرتے تھے لیکن کتاب سنی نے محمد علی نے مل بیٹے

پر سہا ہے کانگریس مولویوں کی ایک۔ چیلنجی۔ تمام سی اکاڈمی، اقوامی نظریہ

نے مسلحانہ ال کے اور مضمون میں کام سے وقف ہو گئے۔ مولے

علم ایک سے پانچ میں ایک مساجد میں قاری کے درجے عوام و چندا ہے

عبت ال کر مسٹر ایک کا حق۔ پھر دیا کانگریس مولوی جس بھی جانتا یہ

حضرت مایہ کی طرح ال کا پیچھے رہنے میں غریب رہا و فیشن کی ایک

بھی نہیں دو چھکیوں سے مزعوب نہیں ہوئے، یہ ال کی ال گنت قربانیوں کا

نتیجہ ہے کہ سچ ایک آرا و صدی ملک میں سکھ کی سانس سے رہا ہے۔

حضرت صدر مدظل مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ السلام "آباد میں آٹھ نڈی کا غریب سے نام سے ۹۲۵ء میں ایک عظیم

تحریک کی بنیاد ڈالی اس کی تنظیم پورے صوبہ میں دہاں کی سال علی غرض

سے شائع ہونے والے رسالہ میں مولانا عبد القدیر ملکوالی کی "ہندو مسلم اتحاد پر

تخل خط گاندھی کے نام سے یہی مرتبہ "تہذیب ہند کی توح" کی تھی جس سے پانچ

سہا بعد حضرت مدظل تھیں سے کل نڈی مسلم لیگ سے جاس۔ آباد میں سے

یہی طور پر پیش کیا۔ یقیناً علماء حق کی جدوجہد کا بھی اس پر اثر ہوگا۔ ۲۸

سٹی علماء و مشائخ کی نمائندگی کرتے ہوئے مفتی محمد نعیم الدین مراد

آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خواہی تقسیم ہند کی تجویز پیش فرمائی۔ ۲۹

اور حصہ نہ تھیں بھی پر زور تائید کی۔ مشہور مسلم لیگ رہنما حکیم

آفتاب احمد قریشی رقمطراز ہیں

"مردیوی مسنگ کے مشہور بزرگ نعیم الدین مراد آبادی نے بھی  
بچے موثر جریڈے "ماہنامہ سوانح عظیم" میں علامہ وصال کی اس  
تجزیہ (خطبہ اللہ آباد میں پیش کردہ تصور پاکستان) کی حمایت میں کئی  
مہر میں لکھے ۱۳۰

مارچ ۱۹۳۶ء میں لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ اس تاریخ  
جدس میں مولانا محمد علی مسلم شیخ لکڑاں علامہ محمد عبد العزیز رومی مولانا  
عبد العزیز یونی، مولانا میر علی چشتی، مولانا غلام علی، مولانا  
ابوالحسنات قادری، مولانا عبد الستار خاں پاری، میر غلام سے شریعت خراں۔ مولانا  
عبد العزیز یونی نے قرارداد پاکستان کی حمایت میں بہت دلچسپی اور شجاعت سے  
کی۔ (۱۳۰) اور حضرت میر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ  
اللہ تعالیٰ علیہ کے حسب ذیل تسبیحی تار، سال لکھا کہ قائد عظیم مریوم کو اپنی  
تائید مکمل یقین، ۱۳۱

"فقیر مع نور، راجہ اعلیٰ اسلام ہندول و جان سے آپ کے ساتھ ہے  
اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور آپ کی ترقی و ترقی کے لئے دعا  
کرتا ہے" ۱۳۲

کانگریس کے متعلق سنی علماء و مشائخ کا موقف بالکل واضح تھا، حضرت  
میر علی شاہ کوڑوی قدس سرہ کا لکھنا یہ تھا کہ

"مسلمانوں کی ہندو کانگریس میں شمولیت، اسلام کے مہر خدایہ اور

ناجائز ہے" ۱۳۳

ہام اہل سنت مولانا محمد رضا خان فاضل مدنی نور اللہ مرقدہ بھی  
کانگریس کو مسلمانوں کے لئے نقصان دہ سمجھتے تھے جناب محمد عبد العزیز  
تحریر لکھتے ہیں

"میر سے والد بزرگوار قاضی محمد نعیم علیہ الرحمۃ نے ہام احمد رضا رحمۃ  
اللہ تعالیٰ علیہ سے لکھی منگیا اور آئی سرکار کاپیاں بچھو، تقسیم کیا، اس فتویٰ  
میں رتبہ تھا کہ مسلمانوں کے لئے کانگریس میں شامل ہونا حرام ہے، اس میں  
آبادی کے لئے مسلمان ہندوہوں میں بد غم ہونے کی بجائے اپنی عیادت تنظیم  
کریں، اس اشتہار کا عنوان تھا "مسلمانوں کانگریس سے جو" ۱۳۴

آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس ۱۹۳۶ء میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ  
"موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کانگریس کی تحریکات سے علیحدہ رہنا  
ضروری ہے، البتہ کابینہ حکم ہے اور اقتصادی مصراع کا بھی یہی تقاضا ہے" ۱۳۵  
ہام محمد رضا فاضل مدنی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت صدر را فاضل  
ملتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عدال لکھا

"مسلمانوں کو اپنے قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے اور احرار، خاکسار  
یونی سٹ وغیرہ بھی مسلمان کفریت سے کٹ کر گاندھی، ہندو کے  
شریہ ہند ہیں، انہیں مسلمانوں کی ہندگی کا کوئی حق نہیں ہے،  
مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف ان ہی عقیدہ مسلمانوں کو  
ہے جو کوسلوں میں جا کر مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور  
حکام شریعت کے مطابق جدوجہد کریں" ۱۳۶



کا مگر میں کی مخالفت کسی وقت مصدا یا انگریزوں سے شہر پر ہی نہیں  
تھی۔ کسی ایکاریں ہی طور پر یہ محسوس کر سکتے تھے کہ انگریزوں کی طرح سدا  
کسی سدا سے بھی حیرت زدہ نہیں ہو سکتے اور ان پر غلبہ کرنا خود آپ یا ان پر  
ہلائی مارے کے مترادف تھا، دھرت پر سید جماعت علی شاہ محدث علی پور  
رحمۃ اللہ علیہ جلی صاحب نے اس حقیقت کی شہادتیں اس لحاظ میں فرمائی

”ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں  
کریں گے، ہم کسی شہاد اسلام کو ترک کرنے کے لئے کسی حال میں  
بھی تیار نہیں ہوں گے وہ اتفاق، وہ صلح جس سے ہمارا ایمان اور  
سدا اور عقائد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں  
ہیں، ہندو قوم ہماری سدا سال کی آزمائش ہے ان سے یہ توقع نہ کرنی کہ  
ہمارے ساتھ دوستی رکھیں گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی  
بالکل فصول اور حاصل ہے۔“ ۳۷

سنی علماء و مشائخ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہو کر قیام پاکستان کے  
لیے جدوجہد کرنے کی تلقین فرماتے تھے

”اس وقت مسلمانوں کو اپنی اتحاد کی سخت ضرورت ہے، ہر مسلمان کو  
خصوصاً ہندوستان سے پوری جدوجہد کرنی چاہیے جہاں وہ عزت و ترقی سے  
رو نہیں گئے، خصوصاً ہندوستان کے ہندوؤں سے بہتر کوئی قوم نہیں ہو سکتی کہ ہر مسلمان  
مسلم لیگ میں شریک ہو کیونکہ مسلم لیگ ہی قیام کی جماعت ہے جو صرف  
مسلمان اور مسلمانوں کی سرپرستی اور ترقی کے لئے لڑتا ہے۔“ ۳۸  
ان کی شریعت رحمہ اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) ۳۸

☆ ایک طرف سدا کا جھنڈا ہے دوسری طرف کفر کا، چونکہ مسلم  
مسلمانوں کی جماعت ہے اس لئے اس سے کتنا سدا سے کتنا ہے۔ (استدلال  
علماء ص ۱۰۰، نایار محمد ہمدانی کی رسالہ ”الغیر“ ص ۹۱)

☆ علماء مخالف کا موقف یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل  
ہونا چاہیے۔ (شیخ القرآن ص ۱۰۰، نایار محمد ہمدانی کی رسالہ ”الغیر“ ص ۹۱)

☆ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے، خواہ کوئی ہو، اگر وہ مرچائے تو اس کا  
جنازہ نہ پڑھا جائے۔ (میر ملت پور سید جماعت علی شاہ رحمہ اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) ص ۱۳۱)

☆ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں  
کیونکہ وہی ان کو نجات دلا سکتی ہے۔ (پیر فضل شاہ رحمہ اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) ص ۴۲)

☆ ”میر ملت پور سید جماعت علی شاہ رحمہ اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) ص ۱۳۱  
نے کوئی جگہ۔“ ”میر ملت پور سید جماعت علی شاہ رحمہ اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) ص ۱۳۱  
کی طرف لگی ہوئی ہیں، اس لئے اب جس قدر جلد ممکن ہو، ۱۹۴۰ء کے لیے  
زیادہ محنت جائیں، جس محنت سے یہاں تو شخصیتوں میں مسلم لیگ قائم ہو وہاں  
قائم ہے۔“ ”میر ملت پور سید جماعت علی شاہ رحمہ اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) ص ۱۳۱  
سینہ پر ہونے اور اپنے محترم صدر اعظم مسٹر جناح کے ارشاد کی تعمیل پر ہر  
وقت تیار ہیں۔“ (مفتی محمد ہال الحق رحمہ اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) خلیفہ امام احمد رضا رحمہ اللہ  
بریلوی قدس سرہ، صدر مسلم لیگ، جیل پور) ۳۳

☆ ”مفتی محمد ہال الحق رحمہ اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) ص ۱۳۱  
مسلم لیگ کے ہمدون تھے۔ ان میں سے چند کے بیانات بدینہ قاری میں

جہاں حکومت اور مسلم لیگ نے ہفتاب اور سرحد کے گدی نشین وزیر اور  
 پیپہ گار سب کو کہہ ڈیا کہ یہاں کرپشن میں جہاد ہے۔ (حالیہ عہد انصاف  
 حال) ۴۴

۱۔ خود علماء کس جاس میں ہو گئے ہیں، کیا آپ کی نظر سے یہ نہیں گزرا  
 کہ کسی پٹال میں (مسلم لیگ) کے جہاد کے بعد سارا جہاد اور پندر چنڈ  
 شریف کے پیچھے صاحب نے صدر اہل قرآن، مولانا جمال صاحب، صاحبزادہ  
 مولانا عبد ساری صاحب مرحوم و غنی علیہ السلام، مولانا عبد صاحب پوری اور  
 بہت سے حضرات اہل دلوں اہل تمام جہادوں میں شریک رہے، جب حالت اس  
 درجے بدل گئی ہے کہ مسلم عوام ارباب طریقت و ارباب شریعت، سب کے  
 سب اس سید (مسلم لیگ مشن) کی نذر ہوتے ہوئے دین اور نظام دین سے  
 بے رغبت ہوتے جا رہے ہیں، (واقعیت) (عائے ہمد) سے منہ پھیر ڈال پی سہ جانی  
 کے ساتھ کیا کر سکیں گے۔ (مولوی حسین احمد دیوبندی) ۴۵

۲۔ پاکستان قائد عظیم محمد علی جناح رحمہ اللہ عالمی جہاد بلاشبہ عالم دین  
 نہیں تھے لیکن کسی قائد کی نظر میں وہ مسلمانوں کی قیادت سے سب سے مبرا  
 ترین شخصیت اور قابل اعتماد رہنما تھے

۳۔ ہمارے مقصد کو بروئے کار لانے والا صرف اور صرف قائد عظیم  
 ہے، وہ ایک مسلمان وکیل ہے جو پیسے اور سرمے بغیر مسلمانوں کی وکالت کرتا  
 ہے۔ (حضرت باقر خدام مجدد دہلوی رحمہ اللہ ص ۶۶)

۴۔ جب تک گورنر اور ہندو کی سیاست اس ملک میں موجود ہے، اس

کے مقابلے کے لئے قائد عظیم محمد علی جناح مسلمان ہند کے ہترین رہبر اور  
 رہنما ہیں۔ (مولانا بشیر فقیر ص ۱۴)

۵۔ قائد عظیم مسلمانوں کے لئے خدائی عطیہ ہیں، ان کے دامن کو  
 محبوبوں سے پکڑو اور ہندو کانگریس کا ہر محبہ پر ڈٹ کر مقابلہ کرو، ان شاء اللہ  
 کامیابی مسلم لیگ کی ہوگی اور پاکستان کی سرحدیں گا۔ (مولانا بشیر ص ۴۸)  
 ۶۔ علامہ مشائخ قائد عظیم مرحوم سے، قلوب قائلانہ تیں کر کے مختلف  
 مسائل پر چٹا حیرت کرنے اور انہیں جلسوں میں تشریف لے کر عزت  
 دینے، حضرت علامہ شاہ محمد عارف رحمہ اللہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک  
 انٹرویو میں بتایا

”جناح صاحب سے میری ملاقات پاکستان بننے سے قبل کالجیوار کے  
 مشہور شہر گوئٹل میں ہوئی جہاں دور رس ”ڈان“ کے چنڈے کی  
 فراہمی کے لئے گئے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے پاکستان میں سدھی  
 قانون جاری کرنے سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فوراً ہی کتاب و  
 سنت کی روشنی میں قانون دہانے کا یقین دلایا۔“ ۴۶

حضرت شیخ القرآن علامہ عبد معفور ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے  
 ۱۹۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو کلمتہ میں مسلم لیگ کے سائنس جہاد میں شرکت کی جس  
 کی صدارت قائد عظیم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرما رہے تھے اس عظیم  
 الشان جلسہ میں شیخ قرقاں علامہ عبد معفور صاحب ہزاروی نے بیچ پر پر جوش و  
 دل چڑھ کر تاریخی خطاب فرمایا اور ”تحریک نیلی پوش“ کو قاعدہ طور پر فہم کرنے

جمہور کے ممبروں کی شریعت کا اعلان فرمایا۔ آپ کا یہ خطاب اتنا پر اثر تھا کہ قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے بزرگ رہ گئے یہ قائد اعظم اور قائد اہل سنت کی کئی ملاقات تھی، پھر یہ سیدہ رولہ دلائل یکساں تحریک بن گئی۔ قائد اعظم آپ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بے پناہ مصروفیت کے باوجود آپ نے درخواست کو قبول فرمایا۔ میرا بہادر شہر میں نشر یہ آوری ہو قبول کیا۔ ۵۰

تحریک پاکستان کے دور میں قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف رہنماؤں اور کارکنوں کو بے شمار خطوط لکھے جن میں سے کثیر شائع ہو چکے ہیں لیکن ان میں سے کسی عداوت و مشین اور قائد اعظم کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی تھی وہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے، بعض شائع بھی ہوئے تو خیانت و رسالت میں ان کے جو عام طور پر یہ خاص مدت گزارنے کے بعد ضائع ہو جاتے ہیں اور کہیں محفوظ بھی ہو جائیں تو کسی کے پاس نہیں رکھنا گئے کا وقت نہیں ہوتا، ضرورت سے باتیں ہیں کہ ال خطوط کو خاص ترتیب کے ساتھ جدید انداز میں کتابی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ لوگوں کو علم ہو سکے کہ تحریک پاکستان سے ۱۱ برس سے ان کا رہنے کا قائد اعظم کا کس قدر قریب حاصل تھا اور قائد اہل کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

آخر میں پاکستان کے متعلق سنی قائدین کے چند ارشادات پیش خدمت

ہیں

ہر کسی ناپاک تعلیم ہے جو پاکستان کے تصور سے لڑا کر اٹھے اور پاکستان

میں جس کو اپنی زندگی محال نظر آئے، ساری تلوار کی آڑ میں اپنی موت معلوم ہو، یہ سیویں کی سببیت اور مسلمانوں کی ساری غیرت سبب تو یہ اپنی حرم خود اہستہ کر سکتی ہے کہ یہی درجہ گاہ خود اسے اس خود ہار جاتا ہے، ہر گھر میں۔ (درمیں) سید محمد شری پٹھان پھولی رحمہ اللہ رحمہ اللہ ۵۰

ہر حکومت اور کارکنوں میں دونوں کان کھول کر سن لیں کہ بے سلسلہ میدان ہو چکے ہیں، نمونے نے ملی منزل مقصود متعین کر دی ہے، بے دیاں وئی طاقت ان کے مطابق پاکستان کو ال نہیں ملتی، بعض دین و دوش نام سائیدر مسٹر جناح نو گالیاں دیتے ہیں لیکن سو بے آج تک کسی دور نہیں لگا، یہ اب کے سچ رہا ہونے کا ثبوت ہے۔ (حضرت میر طہت بابر پید جاعت علی محدث علی پوری رحمہ اللہ رحمہ اللہ ۱۵۲)

ہر ہندو تل میں پاکستان سے گا اور ضرور بنے گا حکومت کے چہ مجبور ہوئی کہ پاکستان کی قصہ بن کر رہے، ہر ہندو خود مجبور ہوں گے کہ سے منظور کر لیں اور مسلمان جب تک زندہ ہے اور اس کروڑوں میں سے ایک فرد ۱۰ حد بھی باقی ہے، وہ انگریز کی غلامی سے نکل کر ہندوؤں کی غلامی ہر گز نہیں چکا۔ (الابرکات حضرت سید محمد فضل شاہ چن پوری رحمہ اللہ رحمہ اللہ ۱۵۳)

ہر آپ سب کو میں وہی بات کہہ دیتا چاہتا ہوں جو ایک ہندو قبل قائد اعظم سے ہی تھی کہ اگر مسلمان ایک بے مطابق پاکستان سے ہٹ گئی تو یہاں ہر گز دنیا سنی کا لہر میں مطابق پاکستان سے نہیں ہٹ سکتی، اگر حد سے چاہا اور اس سے مقدس حبیب علیہ السلام کو منظور ہو تو ہم ہر ممکن طریق پر پاکستان حاصل کر کے

رہیں گے۔ (مولانا عبد الحمید الہوی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ) ۱۵۴

۱۔ ہم نے کرچکے ہیں کہ ہندوستان کی سر زمین میں ایک ہی مجدد ہند ہو اور وہ جسدِ اسلام کا ہو۔ ہم پاکستان چاہتے ہیں اور پاکستان حاصل کرے رہیں گے اور پاکستان کے لیے خوب کاموں کا قعرہ تک بھریں گے۔ (عبد الحمید الہوی) ۵۵۱

۲۔ پاکستان کے ہم عالمی ہیں ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں قرآن حکیم سے حفاظت پائے ہو، جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی و جب العمل ہو اور شریعتِ مقدسہ کے مطابق بیٹھے ہوں۔ جہاں پاک و گنہگار، گمراہ و روبرو، حج و رکوع، ارکاتِ سلام کی نوا ہیں۔ جو جہاں مسجد و مقام کی حرمت کو ملحوظ رکھا جائے، جہاں مائتہ بیست و دو ہریت کی بنیادیں بھاری پھینک دی جائیں، جیسے پاکستان کو حاصل کرے کے لئے اگر چاہا تب تک بھی کام نہ لے گی تو محمد درجِ فیض کریں گے۔ (مولانا ظہور رحمت حسن مدرس رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ) ۵۶۱

تحریک پاکستان کے متعلق حضرت حکیم اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درشادات اور ان پر مختصر تبصرہ آپ نے مدظلہ فرمایا اس سلسلہ میں ان کے ملاحظیات اور یکار، پناہ ضروری ہے۔ یہ حضرت حکیم صاحب کی تحریک سے متاثر ہو کر موصوعہ پر بحث پہ جتنے مقالات لکھے گئے، جو مکتب منظر عام پر آئیں ان کی ایک جامع فہرست مرتب کی جائے تاکہ مستقبل کے مورخ کے لئے حکیم صاحب کے مشن کو سمجھنے میں آسانی کے لئے بنیادی مآخذ کے طور پر یہ فہرست اس کے لئے عمدہ معاون ثابت ہو۔

## حواشی

- ۱۔ ماہنامہ "سمائل" انگریزی، مارچ ۱۹۹۳ء
- ۲۔ "تاریخ و تہذیب" انگریزی، ۸ ستمبر ۱۹۹۷ء ص ۵
- ۳۔ ماہنامہ "سمائل" انگریزی، مارچ ۱۹۹۳ء ص ۲۳
- ۴۔ اقبال علی مولوی، "تجدید و تہذیب" رین، سلاک پبلشرز لاہور، ۱۹۸۶ء ص ۱۳۸
- ۵۔ حسین احمد دہلوی، "تکلیف حیات" دوسرا طبع کرچکی، ص ۹
- ۶۔ محمد اسماعیل پانی پتی، مولوی، مقالات سرسید حصہ پنجم، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء ص ۳۲
- ۷۔ حیرت الہوی، "حیات طیبہ"، مائی نکادنی، لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۳
- ۸۔ ایضاً ص ۲۳۱-۲۳۲، ایضاً ص ۲۳۱-۲۳۲
- ۹۔ محمد حسین، مولوی، "لاقتصادی مسائل" مجلہ، مکتبہ اجماع پبک ۱۰۴، لاہور ۱۹۶۲ء ص ۳۹
- ۱۰۔ صدیقی حسن علی بھوپالی، "لوایب" ترجمانِ ریلوے، مطبع محمدی لاہور ۱۹۳۲ء ص ۵۱-۵۲
- ۱۱۔ محمد اسماعیل پانی پتی، مولوی، مقالات سرسید حصہ پنجم، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء ص ۳۸
- ۱۲۔ محمد ایوب قادری، "پروپیسر" مولانا محمد حسن ہالوتوی، ردائیل پبلیشرز لاہور ص ۵۰
- ۱۳۔ صلاح الدین یوسف، حافظ، تحریک جہاد و امت، احمدیت اور عالمی اجماع



- ۶۸۔ محمد انور شہین گوجرانولہ ۱۹۸۶ء۔ ۶۸
- ۶۹۔ عبد الرشید ارشد کس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ، لاہور ۱۹۸۶ء۔ ۶۹
- ۷۰۔ محمد عاشق الحق میرٹھی، مولوی، تذکرۃ الرشید، جلد ۱، مکتبہ رشیدیہ، لاہور ۱۹۸۶ء۔ ۷۰
- ۷۱۔ ۸، ۷۳، ایضاً ۷۵-۷۴، ۹، ۷۶
- ۷۲۔ ایضاً ۷۳، ۷۲-۷۱، ۷۹-۸۰
- ۷۳۔ محمد صادق انصوری، اکابر تحریک پاکستان حصہ دوم (مقدمہ) مولوی، لاہور ۱۹۷۹ء۔ ۷۳
- ۷۴۔ ۱۵
- ۷۵۔ "ایضاً" ایضاً، اکابر، ۱۹۷۸ء۔ ۷۵
- ۷۶۔ "ایضاً" ترجمان اہل سنت، کراچی، ستمبر ۱۹۸۲ء۔ ۷۶
- ۷۷۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر، مولانا محمد احسن نالوتوی، روہیل کھنڈ، مظہری، سوسای کراچی ۱۹۷۶ء۔ ۷۷
- ۷۸۔ نذیر یازن، سید اقبال کے حضور، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۸۱ء۔ ۷۸
- ۷۹۔ محمد سرور، قائد، مکتبہ رشیدیہ، لاہور ۱۹۸۱ء۔ ۷۹
- ۸۰۔ محمد صدیق حسین، لایب ترجمان، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۸۰
- ۸۱۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۸۱
- ۸۲۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۸۲
- ۸۳۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۸۳
- ۸۴۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۸۴
- ۸۵۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۸۵
- ۸۶۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۸۶
- ۸۷۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۸۷
- ۸۸۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۸۸
- ۸۹۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۸۹
- ۹۰۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۹۰
- ۹۱۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۹۱
- ۹۲۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۹۲
- ۹۳۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۹۳
- ۹۴۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۹۴
- ۹۵۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۹۵
- ۹۶۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۹۶
- ۹۷۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۹۷
- ۹۸۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۹۸
- ۹۹۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۹۹
- ۱۰۰۔ محمد حسین، مولوی، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ۱۰۰

- ۶۴۔ محمد سلیمان اشرف، پروفیسر الرشا، مکتبہ رضویہ، لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۷۰
- ۶۵۔ ایضاً، "رضوان" لاہور مئی ۱۹۸۹ء، ص ۱۰
- ۶۶۔ رئیس احمد جعفری، الحوائج کمٹیشن محمد علی اکیڈمی لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۳۵۴
- ۶۷۔ شجرہ سوسائٹی، پروفیسر محمد عظیم، مکتبہ رضویہ، لاہور ۱۹۶۹ء، ص ۵۲۰
- ۶۸۔ احمد رضا خاں، امام، القس الصحنی قرآن الہی، مطبع اہل سنت و جماعت، دہلی، ص ۹
- ۶۹۔ عہد الہی کو کتب، قاضی مقالات یوم رضا، حصہ اول، دائرۃ المصنفین، لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۹۳-۹۴
- ۷۰۔ ایضاً، ص ۷۰-۷۱
- ۷۱۔ محمد ادریس، مولوی خطبات دینی، کتب دار محمدیہ، مئیں، ص ۳۸۰
- ۷۲۔ رئیس احمد جعفری، "قائد عظیم اور لہجہ کا عہد" مقبول اکیڈمی، لاہور، ص ۸۶
- ۷۳۔ جی۔ س۔ قائد عظیم جناح ایک قوم کی سرگزشت، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۵۷
- ۷۴۔ عہد الامجد در پیدای، مولوی محاصرین، مجلس نشریات اسلام کرچی، ص ۴۹
77. Jawahar Lal Nehru. An Autobiography John Lane the Bodley Head London 1936 p 19
- ۷۸۔ رشید مخدوم، تحریک اُترت (۱۹۲۰ء) مکتبہ فائبر لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۳۲
- ۷۹۔ پرویز درویش، جمعیت ہائے ہند، جلد اول، قوی ادارہ، نئے تحقیق پبلشرز، ثقافت سوسائٹی، ۱۹۸۰ء، ص ۷۴
- ۸۰۔ محمد عدیل عباسی، قاضی تحریک خلافت، پروگریسو پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۷۰

- مکتبہ "اکبر و جیسر خورشید احمد، مکتبہ معاونین، کرچی، ۱۹۷۰ء، ص ۳
- ۸۱۔ جلد "معارف و صا" کرچی ۱۹۸۵ء، ص ۸۵-۸۶
- ۸۲۔ محمد مرید احمد پاشا، جمال رضا، مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۲۵
- ۸۳۔ جلد نام احمد رضا کا نفرین کرچی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۷
- ۸۴۔ وقت روزہ، "تفصیل" کرچی ۲۸ مئی، ۳۰ جون ۱۹۷۶ء، ص ۸
- ۸۵۔ ماہنامہ "ساحل" کرچی مارچ ۱۹۹۳ء، ص ۲۵
- ۸۶۔ ایضاً، ص ۲۵
- ۸۷۔ پندر روزہ، "لہجہ اہل سنت" لاہور یکم تا ۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء، ص ۹
- ۸۸۔ ماہنامہ "ساحل" کرچی مارچ ۱۹۹۳ء، ص ۲۳
- ۸۹۔ ماہنامہ "ساحل" کرچی مارچ ۱۹۹۳ء، ص ۲۴
- ۹۰۔ عہد الہی کو کتب، قاضی مقالات یوم رضا، حصہ اول، دائرۃ المصنفین، لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۹۳
- ۹۱۔ ایضاً، ص ۹۵
- ۹۲۔ کاش اشرفی، مسلم اغیار، لاہور، لاہور ۱۹۳۳ء، ص ۵۹
- ۹۳۔ محمد بین نوری، سیاست ہند، آتش فشاں پبلشرز، لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۱۳
90. J. F. C. Fuller India in Revolt, Eyre and spottiswoode Publications United London, P 60
- ۹۴۔ جتوہ "گل" کرچی ۱۹۷۰ء، جوم نمبر ص ۳۸
- ۹۵۔ ایضاً، جتوہ، "گل" کرچی، سیاست میں علماء کا کردار، قوی ادارہ، نئے تحقیق پبلشرز، ثقافت سوسائٹی، ۱۹۸۰ء، ص ۳۵
- ۹۶۔ ورکس جمیٹ، عثمانی عہد، مکتوبات نام احمد رضا، یونیورسٹی، نئی دہلی، ۱۹۸۸ء، ص ۲۲

۸۔ مجلہ رنگ گل، کراچی، ۱۳۰ھ، جوہر پبشر، ص ۱۹۴

۸۲۔ منظر حسین، مولوی حیات علی، انڈیا، اردو اسلامیات، لاہور، ۱۳۵۷ھ، ص ۸

۸۳۔ تحریک انحراف ممالک کی مخالفت کی وجہ سے شیڈول مولویوں کی طرح، مولوی

محمد علی جہاں بھی صادر اقبال سے ناراض تھے اور انہیں "اقبال مر جومہ" کہتے تھے  
تھے (مجلہ علم و ادب، کراچی ۱۳۵۷-۱۹۷۸ء، خصوصی شہد، ص ۲۳۷)

۸۴۔ محمد احمد خان، اقبال کا سیاسی کارنامہ، اقبال اکیڈمی، لاہور، ۱۳۵۷ھ، ص ۱۰

ص ۱۰-۱۳۹۰۔ علامہ اقبال مرحوم تحریک خلافت کے بھی مخالف تھے، تفصیل کے  
لئے دیکھئے

۹۔ محمد اقبال، علامہ، مکتب اقبال، نامہ حال یا مدینہ عالم، اقبال اکیڈمی،

لاہور، ۱۳۸۶ھ، ص ۵۴۵

۱۰۔ سید رئیس احمد جعفری، اقبال اور سیاست فی اقبال اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۸ھ، ص ۲۰

۱۱۔ رشید محمود، ارچا تحریک انحراف (۱۹۲۰ء) مکتبہ حائید لاہور، ۱۳۸۶ھ، ص ۲۳

۱۵۔ محمد حسین دہلوی، سیاست مدینہ، کشش و کشش جلی پبشر، لاہور، ۱۳۹۵ھ، ص ۳۶

۸۶۔ رئیس احمد جعفری، بوری تم گشت، محمد علی اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۸ھ، ص ۴۰

۸۷۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ملک، نامہ محمد رضا خان مع تنقید، امتداد ثقافت، مکتبہ

بویہ لاہور، ۱۳۸۸ھ، ص ۱۷

۸۸۔ نور احمد، سید، مارشل لا، انتہا پارٹیشن، عتک، دار الکتاب، لاہور، ص ۳

۸۹۔ اشرف علی تھانوی، مولوی الاغا، امتداد، حصہ ششم، اردو تالیفات

اثر یہ کتاب ص ۲۰۵

90 Khalid B Sayeed, Pakistan the formative Phase, Oxford University Press

Karachi, 1978. P 148

۹۔ یو ہمنان شاہجہان پاری، مولانا ابوالکلام آزاد ایک شخصیت یک

مطالعہ، پروفیسر یو ہمنان، ص ۱۰۳

۹۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر تحریک آزادی ہند اور السوادال عظم، مد شاہ جلی پبشر

لاہور، ۱۳۵۷ھ، ص ۳۰

۹۳۔ عبدالسلام، خورشید، ناگزیر، بے صورت، قلمی، قلمی، لاہور، ۱۳۷۰ھ، ص ۹۷

۱۰۳

94. Abdul Hamid: Muslim Separatism in India, Oxford University Press,

Lahore, 1971 P. 148

۹۵۔ رشید محمود، ارچا تحریک انحراف (۱۹۲۰ء) مکتبہ حائید لاہور، ۱۳۸۶ھ، ص ۳۵

۹۶۔ عبد شہید جہاں سہی، سر سبز لاہور، ۱۳۷۳ھ، ص ۷۵-۷۷

۹۷۔ محمد حسین دہلوی، سیاست مدینہ، کشش و کشش جلی پبشر، لاہور، ۱۳۹۵ھ، ص ۳۷

98. J.E. Woolcott: India on Trial, Macmillan and company, whitel

London B28 P 5

۹۹۔ الف ہدیس احمد جعفری، "حکامہ عظم اور ان کا عہد" مقبول اکیڈمی، ص ۸۶

B. Aziz Beg, Jinnah and His Times Babur and Amer Publications

Islamabad P. 348

۱۰۰۔ غلام حسین الدین نعیمی، مولانا حیات صدرالفاصل، ادارہ نعیمیہ، رشیدیہ، ص ۱۱

عظم لاہور، ص ۹۹

۱۰۱۔ فیض احمد فیض، مولانا سر منیر پاکستان انٹر نیشنل پرنٹرز، لاہور، ص ۷۷

۱۰۲۔ تاج الدین احمد تاج، فنی، ہندوؤں سے ترک سوانح، مکتبہ رشیدیہ لاہور

۱۳۸۲ء، ص ۸

۱۰۳۔ محمد سید علی اشرف، پروفیسر الرشاد، مکتبہ رشیدیہ لاہور، ۱۳۸۱ھ، ص ۵۷

۱۰۴۔ محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا محمود، فاضل صدرالفاصل، ادارہ نعیمیہ

رشیدیہ، ص ۳۳-۳۴

۱۰۵۔ احمد رضا خان، امام فتاویٰ برصوبہ، جلد ششم مطبوعہ مبارک پور، ص ۹۹-۱۰۸

۱۰۶۔ محمد عہد حکیم اختر شاہ چانپوری مولانا وسائل رضویہ، جلد دوم، مکتبہ حادیہ  
لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۹۵

۱۰۷۔ یضاً، ص ۲۰۲، ۱۰۸۔ یضاً، ص ۸۶-۸۵

۱۰۸۔ عہد النبی کوکب، قاضی مقالات محمد رشید احمد، دار الفکر، المصنفین لاہور  
۱۹۶۸ء، ص ۳-۱۰۳

۱۰۹۔ ماہنامہ "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۹۳ء

۱۱۰۔ ماہنامہ "الوار للفریڈ" ساہیوال، نومبر دسمبر ۱۹۸۲ء، نوید اختر بھٹی  
۵۹-۶۰

۱۱۱۔ ماہنامہ "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۹۳ء

۱۱۲۔ ماہنامہ "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۹۳ء

۱۱۳۔ ماہنامہ "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۹۳ء

۱۱۴۔ ماہنامہ "ظفر اسلام" دہلی، مارچ ۱۹۸۳ء، ص ۹۸

۱۱۵۔ ماہنامہ "ظفر اسلام" دہلی، اپریل ۱۹۸۳ء، ص ۷۷

۱۱۶۔ ماہنامہ "گامہ سراب" لاہور، ۱۹۷۷ء، کمال حسن، ص ۸۸

۱۱۷۔ شمس احمد جعفری "قائد عظیم دارلن کا عہد" مقبول اکیڈمی، ص ۷۶

۱۱۸۔ حسین احمد دینوری، مولوی مسئلہ قومیت اور اسلام، المصنفین لاہور  
۱۹۸۸ء، ص ۹۰

۱۱۹۔ میاں حادی، مولانا پاکستان اور کانگریس، مکتبہ اربعہ، لاہور، ص ۶۰

۱۲۰۔ محمد طاہر قاسمی، مقالہ الصدرین مکتبہ حبیب لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۴

۱۲۱۔ حبیب احمد چودھری، تحریک پاکستان اور شیطنت علماء، انہال، لاہور، ۱۹۶۶ء  
ص ۷۷-۷۵

۱۲۲۔ محمد جلال الدین قادری، شخصیات آئل ٹنڈی کافر، مکتبہ رضویہ کجرات

۱۲۳۔ ۱۹۷۸ء، ص ۹۳

۱۲۴۔ شورش کا شہر، طبیعت حرار مکتبہ محمد بن احمد لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۸۳

۱۲۵۔ ایضاً، ص ۹۹

۱۲۶۔ حبیب احمد چودھری، تحریک پاکستان اور شیطنت علماء، انہال، لاہور، ۱۹۶۶ء  
ص ۸۳-۸۸

27 Report of the Court of Inquiry: Disturbance 1953, Govt. Printing Punjab  
Lahore 1954 P 255

۱۲۸۔ ن غازیہ، سب عظیم قائد عظیم تحریک، جلد دوم، شری مسلم لیگ، کتان  
ص ۷۳-۷۲

۱۲۹۔ ماہنامہ "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۹۳ء، ص ۳

۱۳۰۔ مکتبہ "سمائل" کرچی، عظیم کارولن شوق، دار الفکر، پاکستان، لاہور، ۱۹۸۳ء  
لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۲۲۳

۱۳۱۔ الف ماہنامہ "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۸۳ء، ص ۷

۱۳۲۔ ب جعفری، "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۸۳ء، ص ۷

۱۳۳۔ ماہنامہ "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۸۳ء، ص ۶۳

۱۳۴۔ ماہنامہ "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۸۳ء، ص ۲۳

۱۳۵۔ محمد صادق قصوری، انوار میر، ص ۷۷، مرکزی مجلس، لاہور، ۱۹۸۳ء  
ص ۷۷

۱۳۶۔ ون مظہر، "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۸۳ء، ص ۷۷

۱۳۷۔ ماہنامہ "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۸۳ء، ص ۷۷

۱۳۸۔ محمد مسعود، احمد، "سمائل" کرچی مارچ ۱۹۸۳ء، ص ۷۷





مولانا شاہ احمد رضا خاں

مولانا شاہ احمد رضا خاں

اور ان کے رفقاء کی سیاسی بصیرت

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ برصغیر کے ہندوؤں کی متعصبانہ مسلم کش سیاست نے ایک ٹھٹھکتے ہوئے ستارے کی طرح پناہ شروع کی۔ لیکن بیسویں صدی کے آغاز تک ہندو عظیم پاک و ہند کے مطلع سیاست پر ہندو یندروں کا اثر و رسوخ، آفتاب درخشاں نہ کر سکا تھا۔ گاندھی کی نقاب پوش سیاست نے ہندو مسلم اتحاد کے پرے میں مسلمانوں کو سیسی دی اور تہذیبی اعتبار سے قتل کر کے رکھ دیا۔ جو مصوبہ تیار کئے تھے بوقت کم عرصہ ان کے مضمرات سے بروقت آگاہ ہو گئے تھے۔ تاہم عامے دین کے بعض حلقوں میں اس پر شدید اضطراب محسوس کیا جاتا تھا۔ اگرچہ دینوں طرف بھی علماء کی ایک کثیر تعداد تھی جو اپنے دین اور مکاتب اور تبلیغ اور دین کی تمام قوتوں سمیت ہندو یندروں کی دعوت پر ہلکے کمر نہ تھے اور ہندو مسلم اتحاد کی بے یمنی و بی وفائی شعائر سے معاملہ میں بھی کردار ادا کھائی جاری تھی۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ علماء کی صفوں میں سے مراد ان

حق بھی موجود تھے جنہوں نے اس طاغوت کے سر پر ضرب کاری لگائی۔ اس سلسلے میں علامہ بریلوی، حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ عزیز اور ان کے رفقاء مثلاً مولانا سید سلیمان اشرف اور مولانا سید نعیم مدین مراد آبادی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی خدمات، خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ عظیم میں تحریک آزادی کی تاریخ، اور مسلمانان پاک و ہند کی تہذیبی و ثقافتی تاریخ میں اس جہت سے دو سہ مقصود اور ظہر کے سبب سے ان گوشے میں ایک اہم جزاء بھی تسلیم محفوظ ہے۔ جسے تاجاب منظر عام پر لانے کی طرف کی حقہ توجہ دین کی گئی۔ ایسا کیوں ہو؟ اس سے اسباب کی شانہ ہی ممکن ہے تاہم اس موضوع پر کسی تفصیلی مقالے میں رد فنی ڈالیں گے، سر دست ان سطور میں مذکور ہونا علماء کی بعض تحریرات پیش کرنا مقصود ہے تاکہ اس موضوع پر کام کرنے والے صحابہ و متعلقہ احاد کو سامنے رکھ کر اس کام کو آگے بڑھاسکیں۔

سب سے پہلے مولانا سید سلیمان اشرف کی تالیف ”انوار“ کے آغاز سے ایک قلمبوس پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا سید سلیمان اشرف مرحوم مولانا شاہ احمد رضا قدس سرہ نے خلفاء میں سے تھے۔ مولانا کی یہ کتاب ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کو مسلم یونیورسٹی کونسل علی گڑھ نے شائع یا تھانورس کے ٹائٹل پر یہ الفاظ درج ہیں

”حاضر حاضرہ پر ایک مصحفانہ نظر“

مولانا موصوف نے تین چار بیرواں میں ۱۸۵۷ء سے اپنے دور تک کی ہندو یندروں کی شاطرانہ سیاست کا جائزہ لیا ہے، لکھتے ہیں

من ستاد (۸۵۷ھ) کا ہنگامہ اور ستاد و صرح و قلع  
مسلمانوں کے غروب معلوم ہوا ہے مسلمانوں کے اس حوزہ سے ان کی  
ہمسایہ قوم سے فائدہ حاصل کرنے کو شش و شریعت اور بہت جلد مسلمانوں  
سے ملاک ہو۔ دیکھ چاہئے کہ اس سے ہمالیہ اور ہندوستان میں کئے۔  
ہندوؤں کو جب اس طرف سے ایک گورہ اطمینان پایا تو کیا تب اسوں سے  
مسلمانوں کے مدد پر حملہ آور و شریعت کی نظام و جھاکاری کا ایک کوہ نش  
نمایاں تھا جس سے انور و اسام کے شعبے پھٹ کر نکلے اور چار مسلمانوں کی  
غیر متوجہیت کو ان کے حقوق کے ساتھ خاکسپا کرنا چاہئے تھے۔

یہ تو مسلمانوں کا ہر گز نہ ہی اہل ہند کو چاروں پاروں سے یہ ناکافی بہت  
تھا۔ لیکن ہر عید کے موقع پر گائے کی قربانی سے جو حملہ اور ہجرات ال میں پیدا  
ہو تاں کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے۔ لیکن غیر متوجہ مسلمان سپہ دہنی و قدار اور  
مدہ ہی شوق کے قائم رکھنے میں ہمیشہ متغیروں و ہمت سے ان کی سترکاریوں  
مدد و ہمت کرتا رہا۔

محض سفاکی و سب رنجی کو چند سال کے تجربہ نے جبکہ ناکافی علامت کی تو  
اہل ہندو تہذیب و جیل کی آمیزش پٹی جھاکاری میں سروری سمجھ کر تہذیب و تہذیب  
سے بھی کام لینے لگے۔ چنانچہ ۱۲۹۸ھ میں اہل ہندو نے ایک عبارت استفتاء  
مرتب کر کے تمام ریہ و عمر مختلف شہروں سے متعدد علمائے کرام کی خدمت میں  
بروز کی۔

استفتاء میں اس مر پر رد دیا گیا تھا کہ موقع ہر عید پر گائے کی قربانی

جبکہ موجب فتنہ و فساد ہے اور امن عامہ میں کی وجہ سے فتنہ ہوتا ہے مگر  
مسلمان گائے کی قربانی موقوفہ کر دیں تو کیا مقصد تھا؟

حضرات علماء نے نہایت مدلل طریقہ پر اس کا یہی جواب تحریر فرمایا کہ  
شریعت نے جو اختیار عطا فرمایا ہے اس سے فائدہ اٹھانے کا ہمیں حق حاصل ہے  
جو کہ فتنہ ہو تو حکومت کی قوت کو متوجہ کرنا چاہیے۔ یہ پاس خاطر ہو دیا خوب  
ہو پنے دینی حق سے ہار رہا ہر گز رہیں۔

دو تین برس بعد پھر سی قسم کا استفتاء جاری ہوا اور پھر دوبارہ شریعت سے  
ایک فتویٰ صادر ہوا۔ مولانا مفتی محمد رضا خاں صاحب ریوی کی کار سے۔ "تفسیر  
العکبر فی قربان البقرہ" ۱۲۹۸ھ کا تفسیر ہے اسے مدخلہ فرمائیے اور مجموعہ  
نہادی مولانا عبدالحی صاحب مرحوم مطالعہ کیجئے۔ ساری تحقیق واضح ہو جائے  
گی، اس کے بعد ۱۳۲۹ھ میں پھر سی سوال کا عائد کیا گیا اور دارالافتاء سے اسی  
جگہ جواب کا فاضلہ فرمایا گیا۔

گوپا اور سکوتیں جب ہندوؤں نے ایک حشر عظیم پکا کور بعد قتل و غارت  
گری اور بے حرمتی مساجد، اس کو شش میں سرگرم ہوئے کہ حقام پکھری پر یہ  
ثامت کریں کہ قربانی گاؤں سے ہندوؤں کی دل زاری ہوتی ہے اور گائے کی قربانی  
حسب احکام مذہب اسلام نہیں۔ اس وقت علامہ چریا کوٹی، مولانا محمد فاروق  
صاحب عباسی نے یک رس۔ چھپو کر شائع فرمایا جس میں مدلل عقابہ اور نقلیہ  
سے چھٹی طرح ثامت فرمادیا کہ اہل ہندو کا گائے، مٹل محض ہے جیسا ہے۔ نیز  
واقعہ سہ کی مشہور تاریخ ایک مسند کی نظم فرمائی جو ہندوؤں کے نظام اور





فاضل بریلوی کے بیان فرمودہ حقائق کی ایک جھلک میرے ہمت سے  
یہ سب کچھ یاد رکھوں۔ اس وقت تک جسے گروہ بندی نے مسمر گاندھی کو جامع مسجد  
شمارہ الدین مقرر نہیں کر سکا۔ سو پر ہنسا اور اس کے قدموں میں بیٹھے اور  
یہ دعا کی گئی کہ ”اے اللہ تو گاندھی کے ذریعے اسلام کی مدد فرما۔“ (معاذ اللہ)

سات سال تک اسی نہیں رہی تھی اس وقت کے ایک جید عالم نے یہ  
مرد ہیں۔

میرے کہ آیات و احادیث گزشتہ  
رفیق و شریک رہتے کر دی

ایک بہت بڑے یار نے یہ گویا فضا کی کہ ربانی ہے پھر نے  
سے کچھ نہیں ہوتا ہے اگر تم ہندو بھی ہو۔ کوراضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو  
گے۔“

بھائی یہ حد کی حد کی کو مضبوط چلاؤ۔ اگر ہم اس رسی کو مضبوط پکڑیں گے  
تو چاہے دیں ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے مگر وہ تو ہمیں ضرور ملے گی ”ایک جلسہ  
میں یہ یہ کہا گیا“ اے اللہ ہم سے ایک نیک کام ہو گیا ہے کہ میں اور مہاتما  
گاندھی یقینی بھائی ہو گئے ہیں۔ (۲۲۶، ۲۲۷)

اس خوفناک سازش کے خلاف سب سے پہلے جس نے صدائے احتجاج  
دینے کی دہ فاضل بریلوی کی ذلت گری اور ان کے خلفاء تھے۔ مگر گاندھی نے علماء  
پر جو فسوس کر دیا تھا حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کو اس کے قلق کا اندازہ  
صرف اس وقت سے غور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی وفات حیرت انگیزت کے

وقت جو وصایا و ارشاد فرمائے ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ گاندھی کے پیروکاروں  
سے یہ سب بھیڑ ہے ہیں، جسہ سے ایمان کی ناک میں ہیں ان کے حملوں سے  
اپنا خیال چھوڑو

حضرت فاضل بریلوی اور ان کی تبلیغ سے سعید الفطرت علماء نے  
گاندھی کی پیروی ترک کر کے علانیہ توبہ کی۔ ان علماء میں سے حضرت مولانا  
عبد مہدی فرنگی تھکی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پھر ان سے مرید  
مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی۔ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی قدس  
سرہ العزیز حضرت مولانا شاہ احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے ارشد خلفاء میں سے  
تھے۔ انہوں نے بھی ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ ”حالات حاضرہ“ کے عنوان سے ایک  
مقالہ تحریر فرمایا تھا جس میں ترکوں کی سبقت کے مسئلے پر مشکلات ہونے، اور  
اس کے ساتھ بڑے عظیم کے مسئلوں میں رہا، و ترکوں کی ایک ہر پیدا ہو جائے کو  
ہر منظر میں رکھتے ہوئے، ایک دردمند اور جامع نظر بصر کی طرح حالات کا  
جائزہ دیا ہے۔ اور مسلمانیندروں کو ان کی فطرت پرستہ کیا ہے

”حالات حاضرہ میں، سلطنت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کا معاملہ  
سب سے اہم ہے۔ جس نے تمام عالم اسلام کو یکجہ کر دیا ہے اور ساری دنیا  
اضطرار میں یہ فتنہ رومی طور حرکت میں آئی ہے، حوش کے ظلم کی کیفیت نمایاں  
ہے اور نوعمر چہ سے سے کہ کثیر اس شیخ تک ہر شخص ایک ہی درد کشاں اور ایک  
ہی صدمہ کا شکار ہوئی نظر آتا ہے۔“

سلطنت اسلامیہ کی جہانی و برادری اور مقامات مقدسہ بلکہ مقبوضات

اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی و بربادی سے زیادہ اور بدتر جہاز زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس صدمہ کا جس قدر بھی درد ہو کم ہے اور اس درد سے جس قدر بے چینی ہو تھوڑی ہے، مسلمانوں کا اقتدار خاک میں ملتا ہے ان کی سلطنت کے حصے بخرے کئے جاتے ہیں۔ ارض اسلام کا چپہ سے چپہ لڑ جاتا ہے قیامت نماز لا زل بلا و اسلامیہ کو تباہ کر ڈالتے ہیں۔ مقامات مقدسہ کی وہ خاک پاک جو اہل اسلام کی چشم عقیدت کے لئے طوطیا سے بڑھ کر کفار کے قدموں سے روندی جاتی ہے۔ حرمین محترمین اور بلاد طاہرہ کی حرمت ظاہری طور پر خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ مسلمانوں کے دل کیوں پاش پاش نہ ہو جائیں ان کی آنکھیں کیا وجہ ہے کہ خون کے دریا نہ بہائیں۔ سلطنت اسلامیہ کی اعانت و حمایت خادم الحرمین کی مدد و نصرت مسلمانوں پر فرض ہے۔ اسلام نے تمام مسلمانوں کو تن و احد کے اعضاء کی طرح مربوط فرمایا ہے، ایک عضو کی تکلیف کا اثر دوسرے اعضاء پر پڑتا ہے اور اعضاء رکیسہ کے صدمہ سے تمام بدن متاثر ہو جاتا ہے۔

چو عضوے بدر آورد روزگار  
وگر عضوہا را نمازد قرار

عالم اسلام کے ہر تنفس کا صدمہ دوسرے مسلمان کو محسوس ہونا چاہیے  
چہ جائیکہ سلطان المسلمین کا صدمہ خادم الحرمین کا درد۔

دوسرے ممالک میں کیا ہو رہا ہے یہ تو ہمیں معلوم نہیں۔ لیکن  
ہندوستان میں مسلمان برباد ہو کر کے پرزور تقریروں میں جوش کا اظہار کر

رہے ہیں۔ سلطنت برطانیہ سے ترکی اقتدار کے برقرار رکھنے کی درخواستیں کی جاتی ہیں۔ ترکی مقبوضات واپس دینے کے مطالبے کئے جاتے ہیں۔ اسی مقصد کے لئے رزولیوشن پاس ہوتے ہیں۔ وفد بھیجے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تدبیریں کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہیں لیکن امید کے لیے ہاتھ دل کر زدہ مسلمانوں کی گردلوں میں حائل ہو کر انہیں جا جانے پھرتے ہیں، خدا کا مہیاب کرے مسلمانوں نے ان مساعی میں ضروری سمجھا ہے کہ ہندوؤں کو اپنے ساتھ شریک کریں اور اپنا ہم آواز بنائیں تاکہ ان کی صدا میں زور آئے اور سلطنت ان کی درخواست کا نلکا کرے۔ اگرچہ یہ مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے۔

خدا کہ با عقول و دوزخ مداند است

رفیق یہ پائندگی ہمسایہ در بہشت

لیکن مذہب کا فتویٰ اس کو ممنوع اور ناجائز نہیں قرار دیتا۔ اور اس قدر جدوجہد جو ایشیائی رہتی ہے۔

لیکن صورت حالات کچھ اور ہے اگر اتنا ہی ہو تا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندوان کے ساتھ متفق ہو کر جا رہے اور درست ہے، پکارتے، مسلمان آگے ہوتے اور ہندوان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بیجا نہ تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو لہام بنے ہوئے آگے آگے ہیں اور مسلمان آئین کہنے والے کی طرح ان کی ہر صدا کے ساتھ موافقت کر رہے ہیں۔ پہلے مہاتما گاندھی کا حکم ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے مولوی عبدالباقی کا فتویٰ مقلد کی طرح سر نیاز خم کرتا چلا جاتا ہے، ہندو آگے بڑھتے ہیں اور مسلمان ان کے پیچھے پیچھے اپنا دین دلدہا ہب ان پر تار

کرتے چلے جاتے ہیں۔

پہلے تو ہندوؤں نے سود کے پھندوں میں مسلمانوں کی دو تہیں اور جاگیریں لے لیں اب وہ مطلق ہو گئے اور کچھ پاس نہ رہا تو مقامات مقدسہ اور سلطنت اسلامیہ کی حمایت کی آڑ میں مذہب سے بھی بے دخل کرنا شروع کر دیا۔ نادان مسلمانوں نے جس طرح دریادلی کے ساتھ جاگیر لادیں لائیں آج اسی طرح مذہب فدا کر رہے ہیں۔ کہیں ہندوؤں کی خاطر سے قربانی اور گائے کا بیچ ترک کرنے کی تجویز پاس ہوتی ہیں، ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں۔ اسلامی شعائر مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ کہیں پیشانی پر نقشہ کھینچ کر کفر کا شعار (ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے، کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت بربادی جاتی ہے۔ معاذ اللہ۔

کردار سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں۔ مذہب کسی سلطنت کی طمع میں برباد نہیں کیا جاسکتا، مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے بہت خوب فرمایا کہ لعنت ہے اس سلطنت پر جو دین بچ کر حاصل کی جائے۔ ترکی سلطنت کی بقاء کے لئے مسلمان کفر کرنے لگیں، شعائر اسلام کو میت دیں۔ لا حول و لا قوة الا باللہ اسلام ہی کے صدقہ میں تو اس سلطنت کی حمایت کی جاتی ہے ورنہ ہم سے اور ترکوں سے واسطہ مطلب۔ جو کوشش کی جائے اپنا دین محفوظ رکھ کر کی جائے۔۔۔۔۔ مگر۔

إذا كان الغراب دليل قوم  
سيهدهم طريق الهالكين

جب ہندو پیشوا ہوں اور مسلمان ان کی کورانہ تقلید پر کمر باندھیں پھر مذہب کا محفوظ رکھنا کیونکر ممکن ہے۔

مسلمانوں کی نادانی کمال کو پہنچ گئی۔ نصاریٰ کے ساتھ ہوئے تو اندھے ہو کر موافقت بلا واسطہ میں جا کر لڑے، مسلمانوں پر تلواریں چلائیں۔ ان کے ملک ان سے چھین کر کفار کو دلانے، اب اس خود کردہ کا علاج کرنے چلے اور مشیت بعد از جنگ یاد آیا تو ہندوؤں کی غلامی میں دین برباد کرنے پر عمل گئے۔“

(حیات صدرا لاقاضی، ص ۹۹-۱۰۲)

ان چند اقتباسات سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ ملک کے سیاسی و ملی مسائل میں، حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نوران کے رفقاء کا موقف کیا تھا۔ اور بالخصوص متحدہ ہندوستانی قومیت کی تحریک کا رد عمل، ان علماء کے ہاں کس شکل میں رد تھا ہوا۔ حضرت مولانا بریلوی نے گاندھی کے فسوس کو توڑنے کی جو کوششیں کی تھیں اور اپنے رفقاء و خلفاء کی جس انداز میں تربیت کی تھی اس کا نتیجہ ہے کہ حضرت کے تلامذہ، خلفاء اور تبعین نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت کے خلفاء میں سے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین اور حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمہما اللہ نے تحریک پاکستان کو کامیاب کرنے کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ اور پاک و ہند کے ہر شہر میں اس کی شاخیں قائم کیں۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں تائید تحریک پاکستان کی خاطر ایک کانفرنس منعقد کی، جس میں پانچ ہزار کی کثیر تعداد میں علماء و مشائخ شریک ہوئے۔ اور سب نے پاکستان بنانے کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف







